جلد 22 شمارہ 1 ماہ جنوری 2020ء جمادی الاول 1441ھ

ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض و مقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اس کی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد و بغض، تجسّس و غیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم و رضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل و عیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

گوجرانوالہ

فلاحِ آدمیت

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ

مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ

Ph: 055-3411030 ای میل: info@tauheediyah.com

Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/30 روپے ✿✿✿ سالانہ فنڈ -/300 روپے

اس شمارے میں

دل کی بات

بانیٔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ دورِ جدید کے عظیم صوفی اور مجددِ ملت ہیں۔ آپؒ کو تصوف میں جو مقام و مرتبہ حاصل ہے وہ بہت کم لوگوں کو نصیب ہوا۔ آپؒ نے روحانیت و سلوک پر باقاعدہ ریسرچ کی اور باطنی آنکھ سے تمام تر کیفیات و واردات کا نہ صرف مشاہدہ کیا بلکہ وہ پہلے صوفی ہیں جنہوں نے اُن سب کو اُمت مسلمہ اور رہروانِ سلوک کی رہنمائی کیلئے الفاظ کا جامہ پہنا کر کتابی شکل میں تحریر کر کے محفوظ فرما دیا۔ منازلِ سلوک میں روحانی آنکھ سے مشاہدہ کردہ کیفیات کو الفاظ میں بیان کرنا آپؒ کا ہی کام تھا۔

انسانیت کی معراج عقیدہ توحید پر مکمل کاربند رہ کر زندگی کی شب و روز بسر کرنے ہی سے ممکن ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کیلئے اپنی عبادت کو زندگی کا مقصد قرار دیا۔ اور اپنی ذات بے مثل و یکتا کے علم و عرفان کیلئے اپنے مقبول بندوں کو انبیائے کرام کی حیثیت سے وقتاً فوقتاً مبعوث فرما کے انسانوں کو توحید سے روشناس کرایا، جن میں سب سے آخر میں ہمارے آقا و سردار جناب رسول کریم ﷺ کو مبعوث فرما کر نبوت پر اپنی ختمی مہر ثبت فرما دی۔ آپ ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب قرآن حکیم قیامت تک کے لیے مکمل پیغام توحید ہے۔

اس تعلیم کی روحانی تعبیر انصاری صاحبؒ نے بہترین انداز میں پیش کی۔ آپؒ کی تعلیمات زمانے کے تقاضوں کے عین مطابق نہایت آسان و مختصر ہیں۔ جن پر عمل پیرا ہو کر سالک راہ علم و عرفان ذات الٰہی تک کا سفر بہت قلیل عرصہ میں طے کر سکتا ہے۔ آپؒ فرماتے تھے کہ میری تعلیم قرآن و حدیث کے عین مطابق ہے، جہاں کسی کو کوئی اختلاف نظر آئے وہ مجھے بتائے تو میں خوشی سے اسے تبدیل کر دوں گا۔

آپؒ نے سلسلہ کے پیشرو حضرت مجدد الف ثانیؒ کی طرز پر اپنے دورِ حیات میں

اولیائے کاملین کی ایک بڑی تعداد تیار کر کے پاکستان کے طول و عرض میں پھیلا دی اور روایتی پیر پرستی و قبر پرستی اور جاہلانہ رسم و رواج کو یکسر رد کر کے حقیقی معنوں میں توحید پرستی کو فروغ دیا۔ آپؒ نے سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی بنیاد رکھ کے سلاسل تصوف میں پہلی بار با قاعدہ سلیبس اور سلسلے کا آئین مرتب فرما دیا اور سب سے بڑی قباحت وراثتی گدی نشینی نظام کو ختم کر دیا اور سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے آنے والے شیوخ کیلئے خونی رشتہ داروں کے بجائے باہر کے کسی اہل شخص کو جانشین مقرر کرنے کے لیے با قاعدہ ایک وصیت نامہ تحریر فرما کے رجسٹرڈ کرا دیا۔

الحمدللہ، مجلّہ فلاح آدمیت بانئ سلسلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری کی تعلیمات کے فروغ کے لیے کوشاں ہے اور معاشرے کی اصلاح میں اپنا کردار ادا کر رہا ہے۔

زباں نے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

(ادارہ)

خود کو بدلئے

(شیخ سلسلہ قبلہ محمد یعقوب خان توحیدی)

آپ ایمان داری سے بتائیں کہ ہم اس قابل ہیں کہ اللہ ہمیں آگے لے آئے اور اقوام عالم کی قیادت ہمیں مل جائے۔ ہم ایک دوسرے کی عزت نہیں کرتے تو ہم کیسے اس قابل ہو گئے! پہلے میں اپنے بھائی کو عزت دوں اور سمجھوں کہ اس کی عزت میری عزت ہے۔ آج ہم مسلمانوں میں ایسا کوئی ہے؟۔ جو اپنے بھائی کی عزت کو اپنی عزت سمجھتا ہو۔ تو دوسروں سے کیسے توقع کریں کہ وہ ہماری عزت کریں، جب ہم آپس میں ایک دوسرے کی عزت نہیں کریں گے۔ ایک دوسرے کو عزت دینے سے صالح معاشرہ بنتا ہے، اور ایک دوسرے سے بے لوث پیار کرنا، عالمگیر محبت کرنا اخلاق کی معراج ہے۔ یہاں تو قدم قدم پر لڑائیاں ہوتی ہیں، پیار کا نام ونشان نہیں۔ تو ہم اس قابل ہیں کہ اللہ ہمیں دنیا کی قیادت عطا فرمادے۔ ہمارا ہر آنے والا دن گزشتہ دن سے ابتر ہو گیا ہے، اس طرح کے تسلسل سے ہم دن بدن معاشرتی بد اخلاقی اور ابتری کا شکار ہوتے چلے جارہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی سنت اور اٹل اصول یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی عزت کراتا ہے جو اپنی عزت آپ کریں۔ ہم اپنی عزت آپ نہیں کرتے تو دوسرا کیوں ہماری عزت کرے گا۔ ہم میں سے ہر آدمی سوچ سکتا ہے کہ ہم اس قابل نہیں ہیں۔ ہم مسلمان کہلاتے ہیں اور یہی ہماری شناخت ہے، اور ایک حیثیت ہے۔ میں اکثر مثال دیتا ہوں کہ انگریزوں نے سکاؤٹ تنظیم بنائی۔ اس وقت جنگ عظیم شروع تھی اور فوجیوں کی کمی ہو گئی تھی اور لارڈ بیڈن پاول ایک انگریز تھا اس وقت انگریز ایک زندہ قوم تھے، لارڈ بیڈن پاول نے کہا کہ ہم فوج کی مدد کیسے کریں! تو انھوں نے بوائے سکاؤٹ تنظیم بنائی، اور اپنے ساتھ چھوٹے چھوٹے بچوں کو لیا۔ ان کی پہلے کردار سازی کی۔ اس تنظیم کے دس اصول میں سے ایک اصول تھا کہ سکاؤٹ با اعتماد ہوتا ہے۔ اس کا ممبر کوئی بات کرے تو لوگ یقین کرتے ہیں کہ یہ سچ ہے، اس کی بات سب مان لیتے۔ بعد میں بوائے

سکاؤٹ قوم کا ایک ادارہ معرضِ وجود آ گیا اور اسکی طرز پر یہاں بھی تنظیم بن گئی۔ اب ہم اپنے آپ کو دیکھیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ ہم میں سے کوئی دوسرے مسلمان بھائی کی گارنٹی دے سکتا ہے کہ وہ سچ کہتا ہے۔ لیکن وہ کہتے تھے کہ سکاؤٹ با اعتماد ہوتا ہے۔ جو سکاؤٹ نے کہہ دیا وہ سو فیصد درست ہے۔ حالانکہ اپنی فوج کی مدد کے لیے انہوں نے یہ ادارہ بنایا تھا جو اب تک چل رہا ہے۔ لہٰذا سکاؤٹ کو بھی ایک دوسرے پر اندھا اعتماد ہوتا ہے۔ میں بھی پی آئی اے میں سکاؤٹ تھا اور حج پر حاجیوں کی خدمت کے لیے بھی گیا تھا۔

مگر ہم نے من حیث القوم اپنا وقار کھو دیا ہے، ہم ایک دوسرے پر اتنا بھی اعتماد نہیں کرتے تو کوئی دوسری قوم ہم پر کیا اعتماد کرے گی۔ ایک بھائی نے کہا کہ بابا جان ہم لوگ صبح سیر کیلئے جاتے ہیں تو وہاں لوگ ایک دوسرے سے باتیں کر رہے ہوتے ہیں کوئی امریکہ کی باتیں کرتا ہے تو کوئی یورپ کی کہانی سناتا ہے کہ یورپ میں لوگ بڑے اصول والے ہیں وہاں ایسے نہیں ہوتا ایسے نہیں ہوتا، تو میں ان سے کہتا ہوں کہ آپ ان اصولوں کو یہاں کیوں نہیں اپلائی کرتے۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔

بابا جان! دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم پر مہربانی فرمائے۔ جس دن ہم نے فیصلہ کیا کہ ہم نے اب ٹھیک ہونا ہے اور اپنے اپنے گھر والوں کو کہہ دیا کہ کل سے ٹھیک کام کرنا ہے تو بہت جلد معاشرہ ٹھیک ہو جائے گا ہم میں سے ہر کوئی یہ فیصلہ کر لے کہ کل سے ہم نے کوئی غلط کام نہیں کرنا، نہ جھوٹ بولنا، نہ وعدہ خلافی کرنی ہے نہ بد دیانتی کرنی ہے، نہ ملاوٹ کرنی ہے۔ مطلب کل سے ہم نے کوئی غلط کام نہیں کرنا ہے۔ لیکن یہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک ہمیں اپنے آپ پر اعتماد نہ ہو۔ خود ہم خراب ہیں تو اپنے گھر والوں کو بھی نہیں کہتے کہ آپ ٹھیک ہو جاؤ۔ آپ یقین کریں! آپ اپنے گھر والوں کو نہیں کہہ سکتے کہ ٹھیک ہو جاؤ! اس لیے کہ انہیں پتا ہے کہ یہ خود صحیح نہیں، جب آپ صحیح ہوں گے تو پھر اپنے گھر والوں کو کہہ سکیں گے کہ ٹھیک ہو جاؤ۔

اور ایک دفعہ انسان درست ہو جائے تو پھر بگڑنے میں وقت لگتا ہے جب آپ اچھائی

پر ڈٹ گئے اور کچھ وقت ڈٹے رہے تو پھر اللہ تعالیٰ مدد کرتا ہے۔ بابا جان جو فرمایا کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "فاذکرونی" اللہ نے شرط لگائی ہے کہ پہلے میرا ذکر کرو "اذکرکم" پھر میں تمہارا ذکر کروں گا۔ پہلے میرا ذکر کرو۔ اب آپ لوگ اگر فیصلہ کر لیں کہ ہم نے کوئی غلط کام نہیں کرنا اور کچھ عرصہ اس ارادے پر پکے رہ کر گزار لیے کہ آپ کوئی غلط کام نہ کریں پھر اللہ آپ کی مدد کرے گا اور آپ اللہ کے فضل و کرم سے غلط کاموں سے دور رہیں گے۔ یہ ارادے کی بات ہے ہماری قوم میں بہت برے لوگ بھی ہیں لیکن بہت اچھے لوگ بھی ہیں کہ ہمارے معاشرے کو ٹھیک ہونے میں دیر نہیں لگتی۔ ان کو صرف ایک لیڈر چاہیے جس کا اپنا کردار ہو۔

آپ علماء میں دیکھیں، آپ کو کوئی آدمی نظر نہیں آئے گا۔ جو عالم بنتا ہے وہ مدرسے سے نکل کر اپنے ساتھ چند آدمی لگا لیتا ہے اور مسلمانوں میں ایک نئی جماعت کا اضافہ کر لیتا ہے اور تفرقہ پھیلانے کا سبب بنتا ہے۔ اس وقت روایتی بہتر فرقوں سے کہیں زیادہ فرقے ہوں گے اور علماء کا طبقہ جس کا کام ہی قوم کو متفق اور متحد رکھنا تھا، وہی تفرقہ پھیلا رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے مختلف طریقے ہیں ٹھیک کرنے کے۔ ایک طریقہ تو نوحؑ والا ہے اور بھی طریقے ہیں کہ اللہ ہمیں آپس میں لڑا دے۔ ہم آپس میں لڑ لڑ کر ختم ہوتے جائیں، پھر جو بچ جائیں وہ سر جوڑ کر بیٹھیں اور اللہ کی طرف پلٹ آئیں اور انسان بن جائیں۔ اللہ کے پاس یہ بڑا اچھا طریقہ ہے کہ وہ ہمیں آپس میں لڑا دے اور ہم لڑ بھی رہے ہیں ایک دوسرے سے۔ شام میں کیا ہو رہا ہے۔ اب دیکھیں! اللہ کون سا طریقہ استعمال کرتے ہیں۔

لیکن یہ قوم اُٹھے گی انشاء اللہ، ایسے نہیں رہیں گے۔ لیکن اللہ کون سے طریقے سے اٹھائے گا یہ اللہ بہتر جانتے ہیں۔ بس اللہ سے دعا کریں کہ اللہ ہمیں معاف ہی کرے۔

حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ ایک انقلابی شخصیت

(ماجد محمود توحیدی)

تمام انبیاء کرامؑ کی حیات طیبہ کا مقصد انسان کا رب کے ساتھ وہ تعلق قائم کرنا تھا جس سطح کے تعلق کے لیے اللہ تعالی نے انسان کو پیدا کیا۔ اللہ تعالی نے اپنی تمام مخلوقات میں سے انسان کو سرفراز و ممتاز کیا ہے ۔ کیوں کہ انسان کو بہت اعلیٰ مقصد حیات عطا کیا گیا ہے اور اس مقصد حیات کی تکمیل کے لیے بہترین صلاحیتیں اور برتر عقل بھی عطا کی گئی ہے ۔ اللہ تعالی کی نظر میں انسان کا کیا مقام ہے، اس بارے میں اللہ تعالی قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں۔

ولقد کرمنا بنی آدم

ترجمہ: ''اور ہم نے اولادِ آدم کو عزت بخشی''۔

لیکن انسان اپنے مقام و مرتبے سے ناآشنائی کے باعث جانوروں کی سی زندگی گزارنے لگتا ہے۔ اللہ تعالی جو انسان کے لیے بہت شفیق اور رحیم و مہربان ہیں، انسان کی ہدایت کیلئے اپنے برگزیدہ بندے بھیجتے ہیں تا کہ ان پر مقصد حیات واضح ہو جائے ۔

تمام انبیاء کی دعوت، دعوت الی اللہ:

تمام انبیاء کرام انسان کو دعوت الی اللہ ہی دیتے رہے تا کہ انسان حقیقی معنوں میں انبیاء کی اطاعت کرتے ہوئے اپنے ربّ کا بندہ بن جائے ۔ یہی انسان کی معراج ہے کہ وہ اپنے ربّ کی بندگی میں کمال حاصل کر لے۔ نبی کریم ﷺ کی دعوت کے بارے میں اللہ تعالی قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِداً وَمُبَشِّراً وَنَذِيراً o وَدَاعِياً إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجاً مُنِيراً o

ترجمہ: ''اے نبی ﷺ بے شک ہم نے آپ کو شاہد، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر

بھیجا ہے اور اللہ کے حکم سے اللہ کی طرف دعوت دینے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے''۔

تمام انبیاءکرام بھی گروہ انسان میں سے ہی تھے۔وہ خود اللہ کے مقرب بندے تھے اور انھوں نے انسان کو بھی اللہ کی بندگی کی طرف بلایا۔

نبی مکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ چونکہ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ۔لہٰذا آپ ﷺ کی اُمت میں ہی سے اللہ کے نیک و برگزیدہ بندوں نے اپنے اپنے دور میں،اس دور کے حالات وواقعات اور تقاضوں کے مطابق مخلوق خدا کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا اور بے راہ روی سے نکال کرانہیں دین کی طرف لے آئے۔

برصغیر کے مسلمانوں کی اکثریت چونکہ ہندو مذہب سے اسلام کی طرف آئے ہیں اور مسلمان ہو جانے کے بعد بھی صدیوں ہندوؤں کے ساتھ رہتے رہے ہیں ۔اس لیے ہندو معاشرے کے اثرات مسلمانوں کی زندگی پر بہت گہرے مرتب ہوئے ۔ ہندوؤں کے رسوم و رواج اور ان کے طرزِ فکر و عمل کا عکس ان میں بہت نمایاں ہے ۔ہندو ایک مشرک قوم ہے جسے توحید سے دور دور کا بھی واسطہ نہیں ۔ہندو خدا کے ساتھ ساتھ اپنے دیوتاؤں کی پوجا بھی کرتے اور ان سے اپنی مرادیں مانگتے ہیں ۔یہ سارا کچھ چوں کہ مسلمانوں کے سامنے ہو رہا تھا اس لیے مسلمانوں میں بھی عقیدۂ توحید کمزور پڑتا گیا۔

چنانچہ برصغیر کے مسلمانوں میں اسلام کا عقیدہ توحید اور اپنے ربّ کے ساتھ تعلق اپنی حقیقی روح کے ساتھ باقی نہ رہا اور مسلمانوں نے بھی اللہ کے ساتھ اللہ کی مخلوق میں سے مختلف شخصیات کو مشکل کشا اور حاجت روا بنا لیا اور یہ سمجھنے لگے کہ یہ شخصیات اللہ کی بارگاہ میں ہمارے لیے وسیلہ ہیں اور اللہ ان کے بغیر ہماری دُعاؤں کو سنتا اور قبول نہیں کرتا ۔ہمیں جو کچھ ملتا ہے انہی کے توسط سے ملتا ہے ۔اب تو بات یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ اللہ تو کسی کو یاد ہی نہیں ہے بس شخصیات ہی یاد ہیں جن کو آج کا مسلمان اپنا حاجت روا،مشکل کشا سمجھتا ہے ۔اب بتائیں اگر بندے کا حاجت روا،مشکل کشا،اس کی زندگی،اس کی بندگی اس کی دعاؤں،التجاؤں،

اس کی محبتوں اور وفاؤں کا مرکز و محور اللہ کی ذات نہیں اور اس نے زندگی کے دکھ، سکھ میں اپنے رب کی بجائے مخلوق کی طرف رجوع کرنا ہے تو پھر ہمارے مالک و خالق سے ہمارا کیا تعلق اور رشتہ ہے؟ اور ہم کہاں کے مسلمان اور اس کے بندے ہیں؟ بلکہ انسان جس سے سب سے زیادہ محبت کرتا ہے، مشکل گھڑی میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہے اور مومن تو سب سے زیادہ اللہ سے ہی محبت کرتا ہے۔

ایسے حالات میں بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری رحمۃ اللہ علیہ برصغیر کے مسلمانوں کے لیے مسیحا بن کر تشریف لائے جنھوں نے مسلمانوں کو ہندووانہ طرز فکر و عمل سے نجات دلاتے ہوئے حقیقی توحید کی روح سے نہ صرف آشنا فرمایا بلکہ اپنے فیض سے ان کے دلوں میں یہ بات واضح فرما دی کہ اللہ اور اس کے بندے کا تعلق کیا ہے۔

آپ 23 جولائی 1893 میں جوار دہلی فرید آباد میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق پانی پت والے انصاری خاندان سے تھا جن کا سلسلہ نسب مشہور صحابی رسول حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔

آپؒ نے اپنے دادا محترم کے زیر سایہ پرورش پائی جو اپنے وقت کے بلند پایہ بزرگ اور عالم دین تھے۔ آپ قوم و ملت کا درد رکھنے والے بزرگ تھے۔ آپ نے اپنے سلوک کے دوران ہی ملت کی احیاء کے لیے اٹھنے والی تحریکوں کا تجزیہ فرمایا تھا اور اپنے سلوک کی تکمیل کے بعد تحریک سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی بنیاد رکھی تا کہ حضور رحمت عالم ﷺ کے طریقے کے مطابق مسلمانوں کا روحانی طریقے سے تزکیہ باطن کرتے ہوئے ان کی کردار سازی کی جائے اور انہیں اخلاق محمدی ﷺ کا نمونہ بنایا جائے۔

آپؒ کی مجددانہ کاوشیں:

۱) تصوف کی تعلیم کو قرآن وسنت سے ہم آہنگ کرنا:

تعلیم تصوف، تعلیم اسلامی سے کوئی الگ چیز نہیں بلکہ یوں کہہ لیں کہ تصوف تعلیم اسلام کا مغز ہے۔لیکن جس طرح قرآنی تعلیم موجودہ دور میں اپنی حقیقی حالت میں نہیں ہے، بہت سارے عجمی رسوم وعقائد موجودہ مسلمانوں نے اختیار کر لیے ہیں۔اسی طرح تصوف بھی اپنی حقیقی صورت میں موجود نہ رہا بلکہ موجودہ مروجہ تصوف کو تو فقر قرآن سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

سالک اور اللہ کی محبت: قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔''اور اہل ایمان تو شدید محبت اللہ سے کرتے ہیں'' بابا جان انصاری صاحبؒ نے بھی ہماری محبت کا مرکز اللہ کی ذات کو قرار دیا اور ہمارے سلوک کی آخری منزل بھی اللہ ہی ہے آپ سلسلہ توحیدیہ کے تحریری سلیبس طریقت توحیدیہ میں ارشاد فرماتے ہیں

''محبت کے بارے میں یہ بات بھی خاص طور پر یاد رکھنی چاہیے کہ سب سے زیادہ محبت درحقیقت صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے کرنی چاہیے۔

رہبانیت کی ممانعت:

اسلام میں رہبانیت کی گنجائش نہیں۔اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیا میں بھیجا ہے اور آزمائش کے طور پر بھیجا ہے اس سے راہِ فرار ممکن نہیں۔مسلمانوں کو حضور نبی کریم ﷺ کے اسوہ کے مطابق بھرپور زندگی بسر کرنی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے رب کے قرب کی منازل بھی طے کرنی ہوتی ہیں۔اسلئے بانی سلسلہ نے ہمیں صحوی تصوف یعنی تصوف بیدار سکھایا ہے کہ دنیاوی کام بھرپور طریقے سے کرتے ہوئے اللہ والے بنو۔

۲) موجودہ دور کے تقاضوں کے مطابق تعلیم تصوف کو ڈھالنا:

بانئ سلسلہؒ نے موجودہ تصوف کی تطہیر کرتے ہوئے اُسے قرآن اور سیرت مصطفیٰ ﷺ

سے ہم آہنگ فرما دیا ہے جس میں کثرت ذکر اور تزکیہ اخلاق پر زور دیا جاتا ہے۔ راہ سلوک کے مسافروں کی کردار سازی کی جاتی ہے۔ انہیں باعمل مومن بنایا جاتا ہے۔ اور اس مشینی دور میں بھی کہ انسان معاشی چکر میں پھنس کر رہ گیا ہے اسے نہایت مختصر وظائف بتائے جاتے ہیں۔ اگر سالک میں سچی طلب ہو تو وہ اپنی دنیوی ذمہ داریاں احسن طریقے سے پوری کرتے ہوئے اپنا سلوک طے کرسکتا ہے۔ بانی سلسلہ فرمایا کرتے تھے "لوگ ہم سے کہتے ہیں کہ ہمارے پاس وقت نہیں ہے، ہم وقت مانگتے ہی نہیں بلکہ آپ کا جو وقت بالکل بے کار چلا جاتا ہے اسے آپ اللہ اللہ کرنے میں لگادیں اسی سے ہی کام ہو جائے گا۔

سلسلہ توحیدیہ کے سالک کو روزا یک تسبیح نفی اثبات کرنا ہوتا ہے جس میں 15 سے 20 منٹ لگتے ہیں اور دوسرا ذکر پاس انفاس ہے جو ہر وقت کرنا ہوتا ہے اور اس کے لیے کوئی الگ سے وقت بھی درکار نہیں ہوتا جب آپ فارغ ہوں تو خیال کہ ساتھ اس ذکر کو کریں۔ بانی سلسلہ فرمایا کرتے تھے یہی اصل ذکر ہے۔

۳) تصوف کا مقصد واضح کرنا

موجودہ زمانے میں تصوف کے مقصد کو ہی مسخ کر رکھ دیا گیا ہے۔ بلکہ کشف و کرامات اور روحانی کمالات دکھانے کو ہی فقیری سمجھ لیا گیا ہے۔ حالانکہ تصوف تو اخلاقی کمال تک پہنچنے، اللہ کے قرب کی منازل طے کرنے کا نام ہے۔ تصوف تو سراپا عجز و انکساری کا نام ہے، تصوف تو سیرت مصطفی ﷺ میں ڈھل جانے کا نام ہے۔ بانی سلسلہؒ نے راہ سلوک اختیار کرنے کے مقصد کو واضح کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

"یاد رکھو کہ تم سلسلہ توحیدیہ میں صرف اس لیے بیعت ہوئے ہو کہ خدا اور خدا کا رسول ﷺ تم سے خوش اور راضی ہو جائے۔ تم نیک بن جاؤ، دین اور دنیا دونوں میں سرخرو ہو۔ تم خود اپنی اصلاح کرو اور دوسرے مسلمانوں کی خدمت اور اصلاح بھی کرسکو"۔

بانی سلسلہ خود جب اپنے مرشد مولانا کریم الدین احمدؒ سے بیعت ہونے لگے تو انھوں نے پوچھا

کس لیے بیعت ہونا چاہتے ہو۔ تو انصاری صاحبؒ نے فرمایا:

۱) روحانی طاقت ۲) تزکیہ اخلاق ۳) دیدارِ باری تعالیٰ

۴) سلوک کے بعد صوفی کے کام کی وضاحت:

چونکہ فی زمانہ ہماری قوم میں اخلاص کا وہ معیار نہیں رہا اور دنیا کی محبت نے معاشرے کے ہر طبقے کو متاثر کیا ہے جس میں اہلِ تصوف بھی شامل ہیں۔ آج کل تو ہزاروں میں ایک سچا صوفی اور ولی اللہ ہوگا۔ بازاری لوگوں نے عوام کو گمراہ کیا ہوا ہے۔ عوام بے چارے عامل شعبدہ بازوں اور بیماریوں کا علاج کر دینے والوں کو ہی ولی اللہ سمجھ کر ان کو پوج رہے ہیں۔

بانیٔ سلسلہؒ نے ایسی صورتِ حال میں نہ صرف راہِ سلوک میں آسانیاں پیدا فرمائی ہیں بلکہ کامل صوفی بن جانے کے بعد ایک صوفی کی ذمہ داریاں بھی ہیں اس میں بھی رہنمائی فرمائی ہے آپؒ فرماتے ہیں۔

''ملت کو آج ایسے بزرگوں کی ہرگز ضرورت نہیں جو تعویز گنڈوں دم و درود سے کچھ مریضوں کو تندرست کر دیں یا چند غریب ان کی دعا سے امیر کبیر بن جائیں یا کچھ لوگ مقدمے جیت جائیں یا چند بے اولادوں کے اولاد پیدا ہو جائے یا کچھ کفار و مشرکین مسلمان ہو کر ملت کی تعداد میں بے کار لوگوں کا اضافہ کر دیں۔ آج کل تو ضرورت ایسے اولیاء کی ہے جو فاسق و فاجر مسلمانوں کو سچا مسلمان اور سچے مسلمانوں کو پکا مومن اور موحد بنا سکیں۔ اور جو اپنی تعلیم و توجہ سے مسلمانوں میں ایسی فراست و بصیرت پیدا کر سکیں کہ وہ اپنے تمام تفرقے اور اختلافات مٹا کر ایک جان اور ایک قالب کی طرح مربوط و متحد ہو جائیں۔ حق و باطل میں تمیز کر سکیں۔ سستی و کاہلی چھوڑ کر کام کرنا اور کام کرتے رہنا سیکھیں۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی سچی محبت کا جنون ان کے لیے سرمایہ دانش ہو۔ وہ بقائے ملت کے لیے جان و مال قربان کرنا اپنی زندگی کا مقصد جانیں اور ہر طرف سے اپنا منہ موڑ کر صرف اللہ تعالیٰ کی طرف کر لیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ ایسی سوچ اور ویژن رکھنے والے بزرگ تھے آپ کا مشن تھا کہ قرآنی تصوف میں ڈھلے ہوئے بزرگوں کی ایک جماعت بنائی جائے جو سارے معاشرے میں اپنے کردار و عمل سے لوگوں کی زندگیوں کو قرآن کے مطابق ڈھال کر انقلاب برپا کر دیں۔ایک ایک فرد کی اصلاح ہوتی جائے اور پورا معاشرہ اس نہج پر آجائے کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لیے ہراول دستہ بن کر اپنا کردار ادا کر سکیں۔

الحمد للہ! انصاری صاحبؒ کے روحانی جانشین آپ کے مشن کو لے کر آگے بڑھ رہے ہیں۔مرکز تعمیر ملت گوجرانوالہ سے شیخ سلسلہ محمد یعقوب توحیدی کی سرپرستی میں اللہ والوں کا یہ قافلہ اللہ کے بندوں کو رب سے ملانے اور ان کے دلوں میں اللہ کی محبت بیدار کرنے میں سرگرم عمل ہے۔

نقوشِ مہرووفا

(فرمودات قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ)

(مرتب: سید رحمت اللہ شاہ)

کسی بھائی نے عیسائیوں کی بات کی۔ باباجانؒ نے کہا کہ وہ برے ہیں کیا؟ صفائیاں کرتے ہیں تو اللہ نے انہیں دنیا میں حکومت دی ہے۔ اس دنیا میں Rule کر رہے ہیں قرآن میں بھی لکھا ہوا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو کہا کہ جو تجھے Follow کریں گے، انہیں میں دنیا میں قیامت تک غالب رکھوں گا۔ عیسیٰ علیہ السلام سے اللہ کا وعدہ ہے کہ جو آپ علیہ السلام کا اتباع کریں گے، انہیں کفار پر قیامت تک غالب رکھوں گا۔ اب آپ اپنا حساب لگا لیں۔ اب مسلمان کہتے ہیں کہ نہیں جی! وہ ہم ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کے Followers ہم ہیں۔ ہم ہیں تو پھر آپ کا غلبہ کیوں نہیں ہے؟

باباجیؒ (حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ) نے طریقت توحیدیہ میں لکھا ہے کہ غریبوں اور بیماروں کا علاج کراؤ۔ ان کو کپڑا لے کر دو، ان کی رہائش کا بندوبست کرو۔ باباجیؒ نے کہا کہ ہم نے عیسائی بزرگوں کے بارے میں پڑھا ہے کہ عاجزی، انکساری، اور انسانیت کی عظمت ان کے دل میں بہت زیادہ ہے۔ باباجیؒ نے لکھا ہے کہ اللہ نے ان کو نواز رکھا ہے۔ ایسے تو نہیں نواز رکھا۔ انسان کے ساتھ اتنی اس کی عزت وعظمت ہے۔ چلو وہ نہ سہی، کچھ نہ کچھ تو کرنا چاہئے۔ ان کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رنگ تھوڑا ا ور ہی تھا۔ وہ زیادہ نرمی والے تھے۔ ہمارے نبی کریم ﷺ تو جہاد میں تلوار لے کر بھی دھنی تھے۔

عیسائی جو کام کرتے ہیں، انہوں نے تیاری پوری رکھی ہوتی ہے۔ کندھے پہ پھوڑا، ہاتھ میں جھاڑو۔ وہ کہتے ہیں کہ پھوڑا ساتھ لے کے جاؤ۔ اس کی Kit یہی ہوتی ہے۔ کسی نہیں

چلتی، وہ تو چوڑی ہوتی ہے۔ نالے کا سائز بھی تو ہوتا ہے۔ اپنی گلی کی تو چلو اتنی چھوٹی سی ہوتی ہے، وہاں چل جائے گی آگے وہاں چار گلیوں سے کوئی اِدھر سے آئی اور کوئی اُدھر سے۔ آگے بھی ویسے چھوٹی سی بناؤ تو وہ نہیں چلتا۔ آگے اس کا سائز بڑا ہونا چاہئے خاص طور پر کہ بارش کا پانی گزر سکے بارش کا پانی گلیوں میں کھڑا ہو جاتا ہے، پھر آہستہ آہستہ جاتا ہے۔ آگے نالے کا سائز، اس کا Flow، اس کی Capacity جو ہے اس کی کوئی Calculation تو ہونی چاہئے۔ یہ جو ہوم ورک کرتے ہیں انجینئرنگ کے سروے وغیرہ اس میں یہ سب کچھ کرتے ہیں۔

کسی بہن نے ایک مضمون لکھ کے بھیجا۔ اس کے ساتھ زیرو پوائنٹ والے جاوید چوہدری کا ایک کٹا ہوا پیس بھی تھا۔ کشادگیٔ دلِ بادل کے موضوع پر تھا۔ جاوید چودھری نے کہا کہ ہم کسی اللہ والے کی محفل میں بیٹھے ہوئے تھے، اور دوست بھی تھے۔ High gentry بھی بیٹھی ہوئی تھی۔ اللہ کی معرفت کی بات اور ایسی اونچی اونچی باتیں ہو رہی تھیں۔ ادھر ایک ملنگ بھی بیٹھا ہوا تھا۔ پھٹے ہوئے کپڑے، پرانے میلے کچیلے۔ اس کے سر پر زخم تھا، وہاں سے پیپ نکل رہی تھی اور ماتھے پر آ رہی تھی۔ ہاتھوں میں اس نے چاولوں کی پلیٹ پکڑی ہوئی تھی۔ یہ ہاتھ بھر کے منہ میں ڈالتا، کچھ اندر منہ میں جاتے اور کچھ واپس گر جاتے۔ ناک بہہ رہی تھی۔ ہم اسے دیکھ رہے تھے۔ کیا مزا آتا تھا۔ Scene اللہ کی معرفت کا لگا ہوا تھا اور ساتھ وہ بیٹھا تھا۔ پاگل سا۔ اس Scene میں ہمیں بات چیت کا کوئی مزا نہیں آ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ حضرت صاحب بابا جی جو تھے، انہوں نے ایک ملازم کو اشارہ کیا۔ وہ پانی لایا، اس میں لیموں ڈالا ہوا تھا۔ کپڑا دھو کر مل کے وہ اس کے ساتھ جا کر بیٹھ گئے۔ اس کپڑے سے اس کا سر صاف کیا۔ منہ صاف کیا۔ اس کی ناک صاف کی۔ ہم بڑے حیران ہو کر دیکھتے رہے کہ اس بابا جی نے کیا کیا ہے وہ پھر آ کر بیٹھ گئے۔ انہوں نے نوکر کو اشارہ کیا اور کہنے لگے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے دل کی وسعت ٹیسٹ کرتا ہے کہ تمہارے اندر ہے یہ وسعت اسے برداشت کرنے کی! ہمیں دیکھتا ہے ٹیسٹ کرتا ہے کہ تم برداشت کر سکتے ہو کہ نہیں کر سکتے۔ اب میں نے اسے صاف کر کے بھیجا ہے

میرے دو ہلڑ کے اب اسے نہلائیں گے۔ نہلا کر میرے کپڑے اسے پہنائیں گے۔ ادھر لا کر پھر روٹی کھائیں گے۔

کہنے لگے کہ صحیح معنوں میں آپ کو حضورﷺ کی عزت کا پاس نہیں ہے۔ اگر آپ کو پاس ہو تو آپ ان کی تعلیم پر چلیں۔ جس واسطے آئے، جس واسطے تکلیفیں برداشت کیں، جو سب ان کی زندگی بتاتی ہے۔ ایک دفعہ کفار نے بڑا مارا۔ حضورﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ ہی تھے شاید کہ کسی نے بتایا کہ تمہارے بھتیجے کو مارا ہے۔ یہ گئے اور لے آئے اور دو تین کمانیں ابو جہل کے سر میں ماریں کہ تو کیا سمجھتا ہے کہ یہ لاوارث ہے۔ حضورﷺ کو لوگوں نے جا کے بتایا اور چچا نے بھی بتایا کہ میں نے اسے مارا ہے۔ فرمانے لگے کہ چچا میں اس سے خوش نہیں ہوا۔ میں اس سے خوش ہوتا اگر تم میرے پیغام کو سمجھ کر اس کا اعتراف کر لیتے، کلمہ پڑھ لیتے۔ فرمایا کہ مجھے اس سے خوشی نہیں ہوئی۔ اُن کا اپنا مشن ہے اور ہمارا اپنا۔ انہیں وہ اپنے بھتیجے کا غصہ تھا۔ یہ نہیں کہ حضورﷺ کی شان تھی۔ وہاں وہ ہمارے بھتیجے کی بات تھی۔ اس بزرگ نے کہا کہ تمہیں بھی یہی ہوتا ہے، ہمارا رسول۔ مومن تو رسول اللہﷺ کی بات نہیں موڑتا۔ یہاں ہمارا نبی ہے، اس واسطے ہماری شان میں فرق پڑتا ہے۔ مانیں یا نہ مانیں مگر وہ ہمارا نبی ہے۔ اس لئے توڑ دو، پھوڑ دو، یہ کر دو اور وہ کر دو۔

ایک بدو کا لکھا ہے کہ ہمیشہ جب گھوڑے دوڑائے جاتے تو اس کا گھوڑا فرسٹ آتا۔ کوئی چور آیا، اس نے گھوڑا کھول لیا۔ چور اوپر بیٹھ گیا۔ دوڑ آئی ایک گندا سا ٹٹو تھا، اس پر وہ بدو بیٹھ گیا دوڑ شروع ہوگئی۔ وہ جو گھوڑا تھا، اس کا Trick تھا دوڑانے کا کہ اس کا کان مروڑتے تو وہ ہوا ہو جاتا تھا۔ بدو ٹٹو پر بیٹھا تھا اور وہ چور گھوڑے پر۔ دوڑ میں ٹٹو گھوڑے کے ساتھ مل گیا۔ یہ بات بدو کی غیرت کو گوارا نہ ہوئی کہ اس کے گھوڑے کے ساتھ ٹٹو رل گیا ہے۔ اس نے آواز لگائی کہ او بدبخت! اس کا کان مروڑ۔ اس کے کان مروڑ، یہ ٹٹو اس کے ساتھ رل چلا ہے۔ بدو نے آپ آواز ماری کہ میرا گھوڑا ہار جائے گا۔ اس نے کہا کہ بے شک وہ چرا کر لے گیا مگر میرا گھوڑا کیوں ہارے۔ یہ جو ہماری والی بات ہے، ساری خرابی اسی کی ہے۔

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ

باباجی کے سالانہ ملتان کے دورے کے احوال

(محمد فیصل خان)

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ

باباجی کے سالانہ ملتان کے دورے کے احوال

سلسلہ عالیہ توحیدیہ تصوف کے تمام سلاسل میں انفرادیت رکھتا ہے سلسلہ کے بانی خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی سوچ اجتماعی ترقی اور بہتری کی طرف مائل تھی آپ دورِ حاضر کے مسلمانوں کی تنزلی اور زوال کو بڑی شدت سے محسوس کرتے تھے اور اپنے خطبات میں ان کا ذکر بھی فرماتے تھے آپ مسلم امہ کے لیے قرونِ اولی کے مسلمانوں جیسا ایمان اور اتحاد کے خواہاں تھے اور اس کو آپ نے اپنی زندگی کا مشن بنالیا تھا اور سلسلہ کے دوسرے بھائیوں کو بھی حکم تھا کہ اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ دیگر لوگوں کی اصلاح پر کام کریں۔ دعوت، اصلاح اور تبلیغ کا کام اللہ نے انبیاء کرام کے ذمہ لگایا۔ حضور ﷺ کی ذات اقدس پر نبوت کا سلسلہ تمام ہوا اور پھر یہ ذمہ داری حضور ﷺ کے سچے پیروکاروں پر آ گئی اس مشن کی ترویج کے لیے شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ جناب محمد یعقوب صاحب ملتان تشریف لائے۔

قحط الرجال کے اس دور میں یہ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا اعجاز ہے کہ پاکستان کے کئی بڑے شہروں میں ذکر کے حلقے قائم ہیں۔ جن میں خالصتاً اللہ کی رضا کے لیے بھائی اکٹھے ہوتے ہیں اور اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ جن میں اکثر تعداد نوجوانوں کی شامل ہوتی ہے توحیدی بھائیوں کا کردار اور اخلاق عام انسانوں سے قدرے بہتر ہے سلسلہ میں شامل ہونے سے ان کا دین ہی نہیں دنیا بھی بہتر ہوئی ہے۔ اور یہ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی کامیابی کی دلیل ہے۔ مگر ابھی بہت کام باقی ہے

تا کہ مسلمان بھی اقوام عالم میں عزت اور خودمختاری کے ساتھ کھڑے ہو سکیں۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیمات اتنی زبردست اور سریع الاثر ہیں کہ اس نے سلسلہ میں شامل ہونے والے کئی سائنٹسٹ، پروفیسرز، آرم فورسز کے لوگ، تاجر حضرات اور دیگر شعبہ زندگی سے منسلک لوگوں کو عرصہ قلیل میں اولیا اللہ کی صف میں لا کھڑا کیا ہے۔یہ بات دعوے سے کہی جاسکتی ہے کہ اگر کوئی تصوف کے راستہ پہ چلنا چاہتا ہے اور رہنما کی تلاش میں ہے۔تو شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ سے مل کے اس کی تلاش ختم ہو جائے گی۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ سچے صوفیوں اور اولیا اللہ کا مسکن ہے مگر عام لوگوں کے لیے ولی اللہ اور عام انسان میں فرق کرنا مشکل ہے۔

ولی اللہ کی پہچان کیا ہے؟

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا یقیناً بعض لوگ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی کنجیاں ہوتے ہیں۔انہیں دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آجاتا ہے۔(طبرانی۔بیہقی)

حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ ولی اللہ کی پہچان کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جب دکھائی دیں تو اللہ یاد آجائے

مولانا رومؒ کہتے ہیں کہ

ہر کہ خواہی ہمنشینی با خدا
او نشید صحبتے با اولیاء

"جو کوئی اللہ تعالیٰ کی قربت چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اللہ والوں کی صحبت اختیار کرے"۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے تو میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں اور میرا بندہ ایسی کسی چیز کے ذریعے میرا قرب نہیں پاتا جو مجھے فرائض سے زیادہ محبوب ہو اور میرا بندہ نفلی عبادات کے ذریعے برابر میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا

ہے اوراس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہےتو میں اسے ضرورعطاء کرتا ہوں اگر وہ میری پناہ مانگتا ہےتو میں ضروراسے پناہ دیتا ہوں اور مجھے اس کی تکلیف پسندنہیں"۔

"خبردار! بیشک اولیا ءاللہ پر نہ کوئی خوف ہےاورنہ وہ رنجیدہ وغمگین ہوں گے"۔(سورہ یونس)

اولیا ءاللہ وہ نفوسِ قدسیہ ہیں جن کو نہ جنت کا لالچ ہےاورنہ ولایت کا، نہ کرامت کا شوق ہےاورنہ شہرت کی طلب، یہ نہ حوروں کے متمنی ہیں نہ قصوروں کے۔ان کا مقصدتو اللہ کا قرب، دیدار اور رضا ہے۔یہ اللہ سے پیار کرتے ہیں اوراللہ ان سے پیار کرتا ہےاس لئے ان کو دیکھ کراللہ یاد آ جاتا ہے۔ان کا وجود باعث رحمت ہوتا ہے۔سادہ لفظوں میں ولی اللہ اس انسان کو کہا جاسکتا ہے جو مقام احسان پر فائز ہو۔

بابا جی نے مختلف نشستوں میں جو گفتگوفرمائی اس کا احوال مندرجہ ذیل ہے۔

بابا جی ڈار صاحبؒ نے بھی آپ سب کو یہی سکھایا ہےاور میں بھی آپ سب کو یہی یاد کروارہاہوں کہ آپ مقصد کو بھول نہ جائیں۔میں سال میں ایک مرتبہ آتا ہوں اوراپنا پیغام آپ لوگوں تک پہنچانے کی کوشش کرتا ہوں۔آپ لوگوں کو دیکھ کر مجھے بہت ساری باتیں اچھی لگتی ہیں الحمد اللہ ان پر میں خوش ہوتا ہوں کہ آپ لوگ عمل کررہے ہیں لیکن ابھی خامیاں بہت ہیں۔خامیاں تو آخر وقت تک انسان کو پوری کرنی پڑتی ہیں اورخامیاں پوری کرتے رہنا ہی عبادت ہے مرتے دم تک اپنی اصلاح کرتے رہیں۔اللہ کو نہ بھلائیں اوراخلاق کی اصلاح کرتے رہیں وقت ضائع کئے بغیراپنی تعلیم پرعمل شروع کریں۔وقت ضائع مت کریں کیونکہ جو وقت ایک دفعہ گزرجاتا ہے واپس نہیں آتا۔جو بھائی ذکر کے لئے آتے ہیں اور گھروں میں بھی اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو یہ بہت بڑی بات ہے۔اللہ نے قرآن میں بھی فرمایا ہے کہ:

یا یھا الذین امنو اذکر اللہ ذکراً کثیرا۔

"اللہ کا ذکر کثرت سے کرو"۔

خاموش بیٹھے رہنے یا ادھر اُدھر وقت ضائع کرنے کی بجائے اللہ کا ذکر کریں ۔
عبادات اور بھی ہیں لیکن ذکر کا کثرت سے کرنے کا حکم ہے ۔

اذکروالله قیاما و قعوداً و الاجنوبکم ۔

" کہ اولوالباب وہ لوگ ہیں جو بیٹھے اٹھتے اللہ کا ذکر کرتے ہیں" ۔

ہر وقت اللہ کو یاد کرو کوئی ایک لمحہ بھی ضائع نہ ہو ۔ایک دم غافل سودم کافر سانوں ایہہ مرشد سکھایا ہو ۔ایک سانس جو اللہ کی یاد کے بغیر جاتا ہے وہ غافل ہے ۔اللہ سے زیادہ سے زیادہ پیار کریں ۔ اللہ کی مخلوق سے پیار کریں تو بھی وہ اللہ سے پیار ہے ۔ اللہ اپنی مخلوق سے ماں کی نسبت ستر گنا زیادہ پیار کرتا ہے ۔اللہ کی مخلوق میں سب سے پیارے حضورﷺ ہیں ۔ اللہ نے واضح پیغام دے دیا کہ آپﷺ کہہ دیں ۔

ان کنتم تحب الله فاتبعونی یحببکم الله

"اگر آپ چاہتے ہیں کہ اللہ آپ سے محبت کرے تو میری تابعداری کریں"

یعنی اللہ کے قریب وہ شخص جاسکتا ہے جو حضورﷺ کا تابعدار رہو اور ان کے نقش قدم پر چلے ۔

مصطفیٰ با رسان خویش را
کہ دیں ہمہ اوست اگر با او نا رسیدی تمام بولہبی

ہمارا کوئی عمل جو سنت کے تابع نہیں ہے وہ نا قابل قبول ہے ۔یہ یاد رکھیں، ہمارا ہر عمل سنت کے تابع ہونا چاہیے ۔تب ہی ہم کامیاب ہو سکتے ہیں اور عمل کو اس قابل بنا سکتے ہیں کہ اللہ اسکو قبول کرے ۔جزا دینے میں اللہ کنجوس نہیں آپ کے وہم وگمان میں بھی نہیں کہ آپ عمل کریں اور اللہ اس کا کتنا اجر دے گا ۔اللہ بہت دیتا ہے، لیکن اس کی نیت سرکارﷺ کی تابعداری ہونی چاہیے ۔اللہ کو یاد کرنا ،سنت رسولﷺ کی پیروی کرنا اور ایک دوسرے کو پیار کرنا محض اللہ کی رضا کے لئے اپنی ذات کے لئے نہیں اللہ کے لئے محبت، عالمگیر محبت تمام مخلوق کے ساتھ خالص اللہ کے لئے پیار کرنا ۔ایک دوسرے سے ملنے جانا اللہ کے پیار میں بڑی عبادت ہے قیامت کے دن

عرش کے سایہ میں کچھ صحابی ،شہدا ،صدیقین بیٹھے ہونگے ایک کونے میں کچھ لوگ بیٹھے ہونگے جنہوں نے سبز ٹوپیاں پہنیں ہونگی ان کے بارے میں صدیقین فرشتوں سے پوچھیں گے کہ یہ کون لوگ ہیں فرشتے کہیں گے یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں خالص اللہ کے لئے اللہ کی رضا کیلئے ایک دوسرے سے ملنے جاتے تھےتو ایک دوسرے سے ملنے جانا معمولی بات نہیں ہے ۔ جب آپ ایک دوسرے سے ملنے جائیں گے تو اللہ کی بات ہی ہوگی ۔ اللہ یاد آئے گا اسکی بات ہوگی تو اس سے اللہ بہت خوش ہوتا ہے کہ میرے دو بندے مل کر بیٹھے ہیں اور میری یاد میں مصروف ہیں ۔

اصل مقصد تو اللہ کی رضامندی ہے اللہ کی خوشنودی ہے ۔

اگر اللہ راضی تو ساری دنیا راضی اور انجام اچھا ہوگا اور اگر اللہ ہی ناراض ہوگیا تو پھر ہمارا کچھ حال نہیں ہوگا ۔ پھر ہم کسی قابل نہیں ہیں ۔ ہماری تعلیم اللہ کے فضل وکرم سے وہ تعلیم ہے جو اسلام کے عین مطابق ہے ۔ جیسا کہ صحابہ کبارؓ نے اس پر عمل کیا ان کو دنیا میں رضی اللہ عنہ کا لقب ملا ۔ ہم کسی پر اعتراض نہیں کرتے سب کو اچھا کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں ہمارا نام اللہ نے مسلمان رکھا ہے سب سے پیار کرتے ہیں کوئی بھی ہو مسلمان ہو تو ہمارا دوست ہے ہمارا بھائی ہے اللہ نے تمام مسلمانوں کو بھائی کہا ہے تو ہم کیوں نہ کہیں ۔ بھائی بن کے رہو ایک دوسرے سے پیار کرو اور خوش رہو ۔ آپس میں پیار کرو گے تو خوش رہو گے ۔ آپس میں سلام عام کرو اس سے تم میں پیار بڑھے گا ۔ پیار سے ہی سکون ملتا ہے اور ہر طرح کی ترقی ہوتی ہے بے خوف ہو کر پیار کرو سلام جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان پر ڈالتا ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ دوسرے مسلمان کی سلامتی کی ذمہ داری اس نے اٹھا لی ، اس سے بے فکر ہو جانا چاہیے کہ میرا دوست آ گیا ہے مجھ پر سلامتی ڈال دی میں اکیلا نہیں ہوں اب السلام علیکم کا مطلب یہی ہے اصل میں ۔ جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو السلام وعلیکم کہتا ہے تو شیطان دور بھاگتا ہے کیونکہ اسے پتہ ہے کہ اب دو ہیں یہ اور میرے خلاف اکٹھے ہو سکتے ہیں ۔ اس لئے سلام عام کرو

پیار کرو ایک دوسرے سے اور ہمیشہ خوش وخرم رہو ۔اللہ کو مت بھولو ایک لمحہ کے لئے بھی ۔اللہ کا یاد کرنا ہی ہمیں عرش تک پہنچائے گا صرف یہ اللہ کی یاد ہے جو عرش تک آپ کے ساتھ جائے گی کامیابی یہی ہوگی کہ اللہ فرمائے گا تم نے دنیا میں میرے فرمان کے مطابق زندگی گزاری ہے آج میں تمھیں بدلہ دونگا ۔آپ کامیاب ہونگے وہاں ۔یہاں کی کامیابیاں تو ہوتی رہیں گی۔ اسلام نے دنیاوی ترقی سے منع نہیں کیا یاد رکھو خوب محنت کرو، خوب کماؤ، خوب کھاؤ اور خوب اللہ اللہ کرو ۔بس اللہ کو مت بھولو ساتھ حلال رزق کماؤ ۔اگر حلال رزق نہیں کمائیں گے تو ہم زکوۃ نہیں دے سکتے اور نہ ہم صدقہ دے سکتے ہیں نہ ہم عمرہ کر سکتے ہیں نہ ہم حج کر سکتے ہیں تو ہماری آدھی عبادت تو ایسے ہی چلی گئی ۔اس لئے خوب محنت کرو، بیکار بیٹھنا بری بات ہے ۔خود بھی کھاؤ اور اللہ کے نام پر بھی دو ۔صاحب استطاعت بن جاؤ تو حج پر ضرور جاؤ سارے کام محنت کے ساتھ منسلک ہیں ۔زندگی کے چار دن ہیں خوب محنت کرو کامیابی اسی میں ہے ۔

دنیا کی زندگی میں انسان کو آزمایا جاتا ہے کہ زندگی کس طرح سے گزارتا ہے، اللہ دیکھتا ہے کہ میرے حکم سے زندگی گزارتا ہے یا پھر اپنی مرضی سے ۔آزمایا جائے گا دیکھا جائے گا کہ اس کو جو مہلت میں نے دی ہے اس مہلت میں وہ زندگی کس ڈھنگ میں گزارتا ہے ۔میرے حکم سے گزارتا ہے جس نے اسے پیدا کیا، کھلایا پلایا جوان کیا خوبصورت شکل دی زمانے بھر کی نعمتیں دیں میرے حکم سے زندگی گزارتا ہے یا پھر شیطان کے حکم سے کہ جس نے اس کے ماں باپ کو جنت سے نکلوا دیا ۔یہ حساب کتاب لے گا اس وقت کوئی دوست احباب بہن بھائی، عزیز و اقارب ، بیوی بچے کوئی بھی کام نہیں آئے گا صرف وہ عمل جو اس دنیا میں کیا ہے وہ کام آئے گا ۔اگر اچھا ہے تو بھی کام آئے گا اور اگر برا ہے تو بھی کام آئے گا ۔۔اب اچھا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کو وہ نعمتیں عطاء کرے گا جو آپ کے تصور میں بھی نہیں اور اگر برا ہے تو اتنی بری سزا دے گا جو ہمارے تصور میں بھی نہیں ۔

سب کچھ اپنے Extream پر ہوگا۔ سزا ہوگی کہ چھٹکارا نہیں ہوگا اس لئے کہ وہاں موت ہے ہی نہیں۔ موت تو یہاں ہے۔ یہاں محدود وقت کے لئے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے۔ میں نے آپ کو پیدا کیا آزماؤں کہ کتنے اچھے اعمال کیئے۔ اگر اللہ تعالیٰ ہمارے اعمال پر مطمئن ہوگیا تو ہماری جان چھوٹ جائے گی اور ہمیشہ چھوٹی رہے گی کیونکہ وہاں موت نہیں ہے وہاں پر زندگی ہی زندگی ہے اور اگر خدانخواستہ ہمارے اعمال اس قابل نہ ہوئے اور سزا ہوگی تو وہ بھی پھر دائمی سزا ہوگی پھر اس میں جلیں گے جئیں گے مریں گے نہیں۔ زندگی چار دن مہلت کے طور پر ملی ہے جس طرح کمرہ امتحان میں مخصوص وقت پرچہ حل کرنے کے لیے دیا جاتا ہے جونہی مقررہ وقت پورا ہوتا ہے پرچہ واپس لے لیا جاتا ہے اسی طرح جونہی زندگی کا وقت پورا ہوگا جان واپس لے لی جائے گی کہ دارالعمل ختم ہوگیا اور دارالجزا شروع ہوگیا تو اس ناکامی سے بچنے کے لیے یہاں ٹائم نکالنا پڑے گا اللہ کہتا ہے کہ

میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا اب اندازہ کریں کہ ہم نے عبادت تو رکھ دی ہے ایک سائیڈ پے اور سارے کام جو اللہ نے اپنے ذمہ لگائے تھے ان کے پیچھے رات دن ایک کیا ہوا ہے محنت کر کے حلال رزق کمانا ہے اور اس میں سے اللہ کے نام پر بھی دینا ہے لیکن یہ نہیں کہ اس پر سارا وقت صرف کر دیا اور جس کام کے لیے ہمیں پیدا کیا گیا ہے وہ بھول ہی جائیں۔

دو قرص نان اگر از گندم است و اگر از جو
دو تائی جامعہ اگر کہنہ است و یا خود نو
چہار گوشہ دیوار خود بہ خاطر جمع
کہ کس نگوید از ایں جای خیز و آنجا رو
ہزار بار نکوتر بہ نزد ابن یمین
ز فر مملکت کیقباد و کیخسرو

دو روٹیاں وقت پر اگر گندم کی ہوں یا جو کی دو جوڑے کپڑے کے آدمی کے پاس ہونے چاہئیں پرانے ہوں یا نئے، اپنے گھر کی چار دیواری کے اندر آدمی جمع خاطر کے ساتھ بیٹھا ہو کہ کوئی یہ نہ کہے کہ یہاں سے اُٹھ جاؤ وہاں چلے جاؤ ابن یمن کے نزدیک یہ سب ایرانی و یونانی سلطنتوں سے ہزار بار بہتر ہے۔

تم تھوڑی محنت کرو یا زیادہ محنت کرو، جو رزق ہے وہ مل کر رہے گا۔ ذمہ داری اللہ نے اٹھائی ہے کرنا پڑے گا مفت میں نہیں ملے گا جتنا لکھا ہوا ہے وہ مل کے رہے گا لیکن عبادت جس کے لیے پیدا کیا ہے نہیں کرو گے تو (-)Absent لگتے جائیں گے رجسٹر میزان پر کھلیں گے ہر آدمی انفرادی حیثیت سے اللہ کے سامنے جائے گا اپنا حساب کتاب دے گا اللہ یہاں پوچھے گا آج کس کی حکومت ہے بتاؤ تم بہت سرکش تھے، بتاؤ آج کے دن کس کی حکومت ہے؟ اس وقت پھر ہمارا کیا حال ہوگا بس اللہ بچائے اور ہمیں اپنے احکام ماننے اور اس کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے ہم مانیں یا نہ مانیں یہ وہ حقائق ہیں جن سے گریز نہیں ہے چاہے ہم اس کان سے ڈال کر اُس کان سے نکال دیں، نکال دیں لیکن اللہ اس بات کا حساب کتاب لیں گے جو اس نے ہمارے اختیار میں دیا ہے ہر آدمی جو صحت مند ہے نماز پڑھ سکتا ہے روزے رکھ سکتا ہے یہ اختیاری بات ہے کسی عاجز بھائی کی مدد کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں

مسلمان بھائی بھائی ہیں اس کی بجائے ہم ایک دوسرے کی ٹانگیں کھینچنا شروع کر دیں حسد بغض چغلی اور جھوٹ بولنا شروع کر دیں وعدہ خلافیاں کرنا شروع کر دیں غیبت کرنا شروع کر دیں یہ سارے شیطانی چرخے ہیں ان شیطانی کاموں میں پھنس گئے تو ہم پھر کہیں کے نہیں رہیں گے حساب بہت لمبا ہو جائے گا اور ہمارے لیے بہت مشکل ہوگا اللہ اس مشکل سے بچائے اور نیکی کرنے کی توفیق دے چھوٹی یا زیادہ مگر نیکی چھوٹی نہیں ہوتی موقع ملتا ہو تو ضرور کر ڈالو حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ زندگی کے ہر لمحے کچھ نہ کچھ بکھیرتے رہو کسی دن ایک باغ لگا ہوا پاؤ گے اس لیے چھوٹی سی چھوٹی نیکی کو ضائع مت ہونے دیں، فوراً کریں تا کہ آپ کے نام لکھ دی جائے

کسی کے ساتھ مسکرا کر بات کرنا صدقہ ہے یہ بات سرکار دو عالم ﷺ نے فرمائی تو ہمارا کیا بگڑتا ہے اگر مسکرا کر بات کرنے کی بجائے تیوری چڑھا کر بات کریں تو تیوری چڑھا کر کوئی کسی کو ڈراتو نہیں سکتا یا پھر اس سے کوئی مقام بلند نہیں ہوتا۔ یہ غلط فہمی ہے جو تیوری چڑھا کر بڑے متکبر بن کر بات کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں اس طرح وہ عزت کروالیں گے یہ بالکل جھوٹ ہے یہ غلط سمجھتے ہیں آس پاس والے لوگ دلوں میں اس سے نفرت کرتے ہیں کہ یہ کیسا انسان ہے صحیح طریقے سے بات بھی نہیں کرتا ایسی باتوں سے بچیں اپنے آپ کو کھلا رکھیں جو اندر ہیں آپ وہ باہر اپنے آپ کو Show کریں اگر ہم ایسا نہیں کریں گے ہم منافق بن جائیں گے جتنے ہیں اتنا اپنے آپ کو Show کریں اس سے دوسروں کو ملیں۔ اپنے Standard کے مطابق اپنے Level پر لوگوں سے بات کریں آپ کو بھی خوشی ہوگی جس سے ملیں گے اس کو بھی خوشی ہوگی۔

مرا است سینہ نذیری پر از محبت یار

برائے کینہ داغیار در دلم جاں نیست

(نذیری میرا سینہ یار کی محبت سے بھرا ہوا ہے اس میں کسی دوسرے سے کینے کی گنجائش نہیں)

حاجی رود به کعبه

(طارق محمود)

حاجی رود بہ کعبہ و من طالب دیدار
او خانہ ہمی جوید و من صاحب خانہ

قیامِ مدینہ: مدینہ منورہ میں قیام ہوٹل بـــــرج مَــوَدّہ میں رہا۔ مسجد نبوی سے اس کا فاصلہ تو ایک سڑک کا ہی ہے لیکن مسجد کی توسیع کے کام کی وجہ سے قریبی راستے بند تھے۔ تھوڑا چکر کاٹ کر جانا پڑتا تھا۔ ہوٹل سے مسجد تک پیدل دس منٹ لگ جاتے تھے۔ موسم یہاں بھی مکہ کی طرح گرم تھا۔ مسجد آنے جانے کے علاوہ کوئی آؤٹنگ خواہش کے باوجود نہ ہوسکی۔ ایک دن گروپ ٹور اور ایک دن فجر کے بعد مسجد قباء تک جانا ہوا۔

کمرے میں چار افراد تھے۔ کسی کو ایک دوسرے سے کوئی شکایت نہیں رہی۔ ڈاکٹر صاحب کو بیشتر اپنی اہلیہ کو Wheel Chair پر لے جانا ہوتا تھا۔ مکہ کے تجربے کے پیشِ نظر منصور اور ان کی اہلیہ کو ان کے حال پر چھوڑا۔ راشد مجید اور میری اہلیہ نے مسجد نبوی آنا جانا اپنی سہولت کے مطابق اکٹھے جاری رکھا اور معاملات بخیر و خوبی چلتے رہے اس طرح کہ: تو بھی محدود نہ ہو، مجھ کو بھی محدود نہ کر۔

دو پاکستانی ریسٹورنٹ اسی ہوٹل کی نچلی منزل میں ہونے کا ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ سرکاری کھانے کی ٹھنڈی اور نہ چبائی جاسکنے والی روٹی کی جگہ توے سے اترا ہوا پراٹھا اور تندور سے نکلی ہوئی تازہ روٹی مل جاتی تھی۔ مکہ میں ہمارے ہوٹل کے نزدیک کوئی ریسٹورنٹ تھا ہی نہیں۔ اس لیے سرکاری کھانے پر ہی گزارا کرنا پڑتا تھا یا پھر مکہ ٹاور کی Food count جہاں انواع و اقسام کی اشیائے خورونوش میسر تھیں۔

ہوٹل مودہ شاید کسی اہلِ تشیع کی ملکیت تھا کیونکہ ان تمام دنوں میں یہاں مجالس منعقد

ہوتی رہیں عصر سے مغرب تک ۔البتہ شاید توازن برقرار رکھنے کے لیے نعت خوانی کی محفلیں بھی جاری رہیں ۔ یہ بھی ممکن ہے کہ انہی دنوں میں کوئی قافلہ اہلِ تشیع کا یہاں قیام پذیر ہو۔ کثیر المنزلہ ہونے کی وجہ سے نماز اور کھانے کے اوقات میں لفٹوں پر ہجوم اور بدنظمی بھی ایک معمول کی بات تھی ۔ ہمارا قیام چونکہ تیسری منزل پر تھا اس لیے ایسی صورت حال میں سیڑھیوں کے استعمال میں ہی عافیت دیکھی۔

انٹرنیٹ کی سہولت اس ہوٹل کے کمروں میں نہیں تھی ۔صرف ہوٹل کی لابی میں ہی یہ گنجائش تھی ۔ فائدہ اس کا یہ رہا کہ کمرے میں آنے کے بعد موبائل سے دھیان ہٹ جاتا تھا۔ مسجد آتے جاتے یا کھانے کے اوقات میں دوسرے فریق کا انتظار کرتے ہوئے ہوٹل کی لابی میں انتظار کی کوفت سے بچنے کے لیے انٹرنیٹ کا ہونا مفید تھا اور احباب سے رابطہ بھی استوار رہتا تھا۔

1999 میں پہلی بار آنا ہوا تو مسجد نبوی کے دو اماموں کی قرأت نے اپنی طرف متوجہ کیا۔ان کے نام معلوم کئے ۔ایک عبدالمُحسن قاسم اور دوسرے عبدالباری الثبیتی ۔ اگلے سال آنا ہوا تو ان دونوں کی تراویح میں پڑھی ہوئی تلاوت کی کیسٹ خریدیں۔ 2013 میں آنا ہوا تو ایک دن فجر کی نماز میں عبدالباری نے امامت کرائی ۔آواز فوراً پہچانی گئی ۔ایک اہلکار سے تصدیق بھی ہوگئی ۔اب 2019 میں بھی ان دونوں کو سننے کی خواہش تھی ۔عشاء کی چند نمازیں عبدالباری اور کچھ فجر کی عبدالمحسن قاسم نے پڑھائیں ۔آخری فجر کی نماز بھی عبدالمحسن کی امامت میں ادا کی یہ ایک اضافی خوشی تھی جس کی طرف شاید ہی کسی کا دھیان جاتا ہو۔

سقیفہ بنی ساعدہ :

مسجد نبوی ﷺ کے شمال مشرقی کونے کے نزدیک یہ ایک میدان سا ہے ۔سبزہ اور درخت صرف یہیں نظر آتے ہیں ۔ایک سرخ رنگ کا بورڈ بھی اس کی تاریخی حیثیت کے متعلق معلومات کا لگا ہوا ہے ۔اس مقام کے بارے میں اہلِ علم تو آگاہ ہیں، پر اکثریت کو لاعلم پایا۔

اس مقام پر ہونے والے ایک فیصلے نے اُمت مسلمہ کو دو واضح دھڑوں یعنی سنی اور شیعہ میں تقسیم کر دیا تھا۔ بلکہ اہل تشیع تو سنیوں کو ازراہِ تفنن سقیفے والے کہہ کر دل کی بھڑاس نکالتے ہیں۔

اس بار اس مقام تک رسائی ممکن نہیں تھی کیونکہ توسیع کا کام اس طرف بھی جاری تھا۔ خدا معلوم یہ مقام بھی توسیع کی نذر ہو جائے گا یا اس کی تاریخی اہمیت کے پیش نظر اسے کسی شکل میں محفوظ کرلیا جائے گا۔

مدینہ سے واپسی:

مدینہ آمد 20 جولائی کو ہوئی تھی۔ عصر کی جماعت کا وقت نکل چکا تھا مغرب پہلی با جماعت نماز تھی۔ اس حساب سے 28 جولائی کو عصر کی نماز تک چالیس نمازیں پوری ہو رہی تھیں مکہ واپسی کیلئے بس نمبر اور اس کے مسافروں کے ناموں کی لسٹیں پہلے ہی لگا دی گئی تھیں۔ شام پانچ بجے روانگی کا وقت بتایا گیا تھا۔ مسافروں کے بیٹھنے کے بعد بار بار گنتی اور شناخت پریڈ کے باوجود منتظمین مطمئن نہیں ہو رہے تھے۔ تین بار گنتی کے بعد پتہ چلا کہ ایک میاں بیوی کسی اور بس کی لسٹ میں ہیں اور اپنا نام بولے جانے کے باوجود بتانا بھی گوارا نہیں کر رہے۔ بالآخر بس سے اتارے گئے۔ میں نے اس شخص سے پوچھا کہ تمھیں اپنی بس کا نمبر معلوم نہ تھا؟ بے معنی جواب آیا کہ ہمارے کمرے والے بھی تو اسی بس میں بیٹھے ہوئے ہیں۔

خیر چھ بجے بسیں روانہ ہوئیں۔ **میقات** پر احرام باندھنے کا وقت دیا گیا۔ تاکید بھی کی گئی کہ احرام باندھتے ہی واپس آنا ہے۔ پھر ایک خطہ پوٹھوہار کا کندہ ناتراش لوٹ کے نہیں آیا۔ حتیٰ کہ مغرب کا وقت قریب آ گیا۔ اب مغرب یہیں ادا کرنے پر کچھ لوگوں کا اصرار رہا اور آخر کار مغرب ادا کر کے چلنے پر اتفاق ہو گیا۔

سفر شروع تو ہو گیا، پر ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ راستے میں ایک بار کھانے اور کچھ چیکنگ کے مراحل، صبح تین بجے کے لگ بھگ ہوٹل پہنچے۔ فجر پڑھ کے کچھ آرام کیا،

ساڑے آٹھ بجے حرم کے لیے روانہ ہوئے۔ ہمارے جانے کے بعد بسوں کا سٹاپ تبدیل ہو کر جبل کعبہ کی طرف بنا دیا گیا تھا۔ سیکٹر 1 کی تمام بسیں یہاں ترتیب سے کھڑی ہوتی تھیں حرم کا فاصلہ بھی پانچ، چھ منٹ کا تھا۔ یہ انتظام پہلے دو بسوں والے سے بہت بہتر رہا۔

حرم پہنچے تو دھوپ کی شدت کے سبب برآمدے میں طواف کیا جس پر تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ لگا۔ سعی میں بھی گھنٹہ لگ ہی جاتا ہے۔ ظہر کی نماز کے بعد الصفوہ ٹاور میں کھانا کھایا۔ پاؤں کا مشینی مساج کروا کے کچھ آرام پایا۔ اس بار بھی نماز قصر کی گنجائش سے فائدہ اٹھایا۔

حلق اقصر: قصر کی گنجائش ہوتے ہوئے تقریباً 99 فیصد لوگ حلق یعنی سر منڈواتے ہیں کہ یہ افضل ہے۔ حیرت ہے کہ اس معاملے میں تو افضل کا اتنا اہتمام اور جن باتوں کی صریحاً تاکید اور تنبیہ موجود ہے اس کو قابل عمل ہی نہ سمجھنا۔ نمازی کے آگے سے گزرنے اور مسجد میں گردنیں پھلانگنے کے بارے میں اتنی سخت وعید کے باوجود حرمین میں ان دو باتوں کی پرواہ کم ہی کرتے دیکھا اکثریت کو۔

خواتین کے کمرے میں گل اور علی کی بیگمات نے اہلیہ سے پوچھا کہ ہمارے شوہر نوجوان ہونے کے باوجود سر منڈواتے ہیں، آپ کا میاں کیوں ٹنڈ نہیں کرواتا۔ سوال مجھ تک آیا تو میں نے کہا ان کو بتا دو کہ تمہارے شوہروں کے بال تو یہاں سے جانے تک آ جائیں گے مگر میرے مہینوں تک بحال نہ ہوں گے۔

پھر ایک، دو نہیں، چوتھی مرتبہ تک قصر کے متعلق استفسار کرنے والے بھی تو صحابہ ہی تھے اور ایک دفعہ ہی سہی، لیکن دُعا میں اہل قصر بھی شامل تو ہو ہی گئے تھے۔

قیام مکہ ثانی: مدینہ سے واپس آ کر مکہ والے ہوٹل میں چھ لوگوں کا ایک کمرے میں ہونا کچھ زیادہ محسوس ہوا۔ یہاں ایک دیوار کے ساتھ عموداً پانچ بیڈ لگے ہوئے تھے جن کا آپس میں فاصلہ ڈیڑھ فٹ کے قریب تھا۔ مخالف سمت والی دیوار کے متوازی ایک بیڈ، مدینہ جانے سے

پہلے میرا بیڈ ایک سرے پر تھا۔جس سے کم از کم ایک سمت دیوار کی وجہ سے کوئی مداخلت نہ تھی۔ مدینہ سے آکر شام کے وقت منصور نے مجھے قائل کرلیا کہ ان کے بیڈ پر .A.C کی ہوا زیادہ لگتی ہے اوران کو زکام کی وجہ سے یہ مفید بھی نہیں۔میں نے ٹھنڈک کے لالچ میں منصور کے ساتھ بیڈ تبدیل کرلیا اب ایک طرف منصور اور دوسری طرف وہ پوٹھوہاری شخصیت کہ جس کی کھانسی کے چھینٹے جب مجھ تک پہنچے تو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔گفتگو بھی موصوف اونچے سر میں اور کرخت لہجے میں کرتے تھے جو فاصلہ کم ہونے کی وجہ سے زیادہ کوفت کا باعث بنتی تھی۔

اگلے دن ان صاحب سے ہمدردی جتاتے ہوئے سمجھایا کہ ان کی کھانسی کا سبب .A.C کی ان کے بیڈ پر براہ راست ٹھنڈی ہوا ہے۔اس لئے اگر وہ چاہیں تو مخالف سمت والی دیوار کے ساتھ راشد مجید کے بیڈ کی پائنتی کے ساتھ ان کا بیڈ شفٹ کردیا جائے۔ان کی نیم رضامندی کو دیکھتے ہوئے علی اور گل کو ساتھ لگا کر ان کی غیر موجودگی میں بیڈ منتقل کردیا۔اگلی رات ان کو کھانسی بہت کم آئی اور یوں اس نئی ترتیب پر مہر ثبت ہوگئی۔

جہاں پانچ بیڈ تھے، چار رہ گئے اور فاصلہ بھی مناسب ہوگیا۔ورنہ باقی ماندہ مہینہ بھر کا قیام یقیناً بے مزہ ہو جاتا۔مکہ والے ہوٹل کا انتظام مدینے کے ہوٹل سے کافی اچھا تھا۔اس کی عمارت صرف چار منزلہ ہونے کی وجہ سے لفٹ پر دباؤ بھی کم پایا۔وہاں کا واش روم بھی لیول کی خرابی کے باعث استعمال کرنا مشکل ہوتا تھا۔ایک مسجد ہوٹل کے بہت قریب موجود تھی۔درس و تدریس روز کا معمول تھا۔نمازیوں کی اکثریت پاکستانی، کچھ مقامی اور بیشتر زائرین، مسجد میں جوتوں کے لیے کوئی شیلف وغیرہ موجود نہیں تھا۔جوتے گلی میں اتارے جاتے تھے۔جوتوں کی کیفیت دیکھ کر طبیعت منغض ضرور ہوتی تھی اور خصوصاً جب بے شعور نمازی دوسروں کے جوتوں پر بے جھجک جوتوں سمیت گزرتے جاتے تھے۔حیرت ہے! یہ معمولی سی مینجمنٹ مقامی انتظامیہ یا اہل محلّہ سے کیوں نہیں ہو پا رہی۔شاید اس معاملے پر غور کی نہ ان کو فرصت ہے اور نہ توفیق۔ایسی نمازوں کے معاشرے پر کیا اثرات مرتب ہوں گے جو مسجد کے دروازے تک بھی نہیں پہنچ پاتے۔

جوں جوں مناسک حج قریب آرہے تھے، زائرین کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی اور ہر نماز سے آدھ گھنٹہ پہلے حرم کے زمینی منزل کے راستے بند کر دیئے جاتے تھے۔ نماز کے ختم ہوتے ہی ایک سیلاب زائرین کا باہر نکلنے کو بے تاب! عافیت اسی میں دیکھی کہ نماز سے گھنٹہ بھر پہلے اندر جایا جائے اور کم از کم آدھے گھنٹے بعد باہر نکلا جائے۔

گلہ وفائے جفا نما جو حرم کو اہل حرم سے ہے
کسی بتکدے میں بیان کروں تو کہے صنم بھی ہری ہری

حرم میں عمومی طور پر اور نماز کے اوقات میں خصوصاً جو فضا غالب رہتی ہے اس میں یلّہ حاجی، حرِّك حاجی! اور طریق! طریق! کی آوازیں بکثرت سنائی دیتی ہیں۔ لوگوں کو راستوں میں بیٹھنے سے روکنا، مطاف میں نوافل ادا کرتے ہوئے طواف میں رکاوٹ کا باعث بننے والوں کو ہٹانا شرطوں کا ایک ہمہ وقتی فریضہ بنا رہتا ہے جو ان کی بدمزاجی کا سبب بھی بنتا ہے

طواف کے دوران وہیل چیئر والے بھی مسلسل کوفت پہنچاتے رہتے ہیں۔ ہر لمحے دھڑکا لگا رہتا ہے کہ اس کی زد میں نہ آ جائیں۔ کئی لوگوں کو ان بے ہنگم وہیل چیئرز سے زخمی ہوتے بھی دیکھا مطاف، پہلی اور دوسری منزل میں سے کوئی جگہ ان وہیل چیئر زوالوں کی طریق، طریق کی آوازوں سے محفوظ نہیں حالانکہ ان کے لیے بآسانی راستہ مخصوص کیا جا سکتا ہے۔ سعی والے حصے کے درمیان میں وہیل چیئرز کے آنے جانے کا مخصوص راستہ ہے لیکن اس کی پاسداری کم ہی دیکھی

نماز کے لیے جماعت کے علاوہ اوقات میں ایک کثیر تعداد سونے والوں کی دیکھی۔ اذان ہونے تک صفوں کے بیچ میں بےفکری سے سوئے ہوئے، صبح دس، گیارہ بجے تک تو آدھی صف اوپر لیے ہوئے دنیا و مافیہا سے بے خبر، حالانکہ حرم میں وقت گزارنے کا شوق ہے تو کمرے میں نیند پوری کر کے آنا چاہیے اور سونے کی ضرورت محسوس ہو تو ہوٹل جا کر آرام کریں میرے خیال میں یہ اصحاب النوم تین منکرات کا ارتکاب تو کرتے ہی ہیں۔

ا) عبادت میں مشغول لوگوں کے بیچ میں ٹانگیں پسارے سوئے ہوؤں کا یہ منظر مسجد کے

تقدس کے سراسر منافی محسوس ہوتا ہے اور مجموعی طور پر ایک ناخوشگوار تاثر دیتا ہے۔

۲) دوسروں کی حق تلفی، کہ ان کے پاس بیٹھنے کی جگہ نہیں اور یہ لمبی تان کر سوئے ہوئے ہیں۔

۳) سونے کے بعد اٹھتے ہیں تو وضو تازہ کرنے کے لیے باہر تو جا نہیں سکتے کہ نکل گئے تو واپسی ممکن نہیں۔ اس کا حل یہ ڈھونڈ رکھا ہے کہ بعض آب زمزم کے پوائنٹ جہاں ''صرف پینے کے لیے'' کی تختیاں بھی لگی ہوتی ہیں، وہاں وضو شروع کر دیتے ہیں۔

شاید انہی حرکات ناپسندیدہ کے باعث حرم کے ماحول میں سکون و اطمینان کی بجائے بدنظمی اور نفسانفسی کی فضا غالب رہتی ہے۔

طواف بذریعہ الیکٹرک کار: حرم کی پہلی اور دوسری منزل کے درمیان ایک کم چوڑائی کی منزل Mazzenine Floor الیکٹرک کار پر طواف کے لیے مخصوص ہے۔ بعض اوقات وہیل چیئر والوں کو بھی اس منزل پر بھیجتے ہوئے دیکھا گیا۔ الیکٹرک کار کا استعمال نہایت آسان اور رفتار بھی مناسب ہے۔ ایک چکر تقریباً چھ سات منٹ میں مکمل ہو جاتا ہے۔ طواف اور سعی کا، فی کس کرایہ پچاس پچاس ریال ہے۔ وہیل چیئر والے ڈیڑھ سے دو سو ریال لے لیتے ہیں۔ اس منزل پر کوئی شور شرابا سننے میں نہیں آتا۔ جب میں نے طواف کیا تو اس وقت آٹھ دس کاریں ہی متحرک تھیں۔

طواف زیارت کے بارے میں سن رکھا تھا کہ ہجوم بہت زیادہ ہوتا ہے کیونکہ ہر حاجی کو ایک محدود مدت کے دوران کرنا ہوتا ہے۔ الیکٹرک کار کی سہولت سے اطمینان ہوا کہ طواف زیارت اور سعی کے لیے یہ ایک آرام دہ آپشن ہوگی۔

بسوں کی بندش: حکومتی ہدایات کے تحت پانچ سے پندرہ ذی الحج تک بسیں ہوٹل سے حرم لانے، لے جانے کے لیے بند رہنا تھیں۔ آٹھ سے بارہ ذی الحج تو مناسک حج کے دن تھے۔ گویا بسوں کی یہ بندش عملاً حج سے تین دن پہلے اور تین دن بعد کے لیے تھی۔ ٹیکسی والوں کے لیے

یہ دن بھر پور کمائی کے تھے۔حرم جانے کے لیے تو بیس، تیس ریال میں ٹیکسی مل جاتی تھی لیکن واپس ہوٹل آنے کے لیے سو، ڈیڑھ سو ریال سے کم پر نہیں مانتے تھے۔طواف زیارت کے بعد منیٰ جانے کے لیے تو تین، چار سو مانگنے سے بھی گریز نہیں کرتے تھے۔

حج سے پہلے پانچ، چھ کلومیٹر کی واک کا معمول روزانہ کا تو تھا ہی۔حرم سے یکطرفہ فاصلہ چار کلومیٹر کا تھا۔لہٰذا حرم جانے کے لیے ٹیکسی اور واپسی پر پیدل یا SAPTCO کے ذریعے ان دنوں میں روزانہ حرم کی حاضری کا معمول جاری رہا۔

SAPTCO (سعودی پبلک ٹرانسپورٹ کمپنی) کی مقامی بسوں کا ماحول اور انتظام البتہ ہمارے ہاں ماضی بعید میں چلنے والی اومنی بسوں کی یاد تازہ کردیتا ہے۔مدینہ میں SAPTCO کا نظام، بہتر پایا۔مسجد نبوی ﷺ کے باب فہد کے سامنے مختلف مقامات (جبل اُحد، مسجد قباء وغیرہ) کے لیے دو ریال فی کس کے ریٹ پر سفر کے لیے یہ اچھی سہولت ہے۔

ذیابیطس (چوتھی قسط)

(سید عاصم محمود)

(گزشتہ سے پیوستہ)

روزانہ صحت بخش غذائیں کھایئے:

یہ یاد رہے کہ جب بھی ذیابیطس پر قابو پانے کے لیے غذائی علاج سے مدد لیں، تو تندرستی پانے میں ایک سال بھی لگ سکتا ہے۔البتہ جو مرد وزن کچھ عرصہ قبل ہی ذیابیطس میں مبتلا ہوئے ہوں، وہ جلد صحت یاب ہو سکتے ہیں۔غذائی علاج کی کامیابی کا راز یہ ہے کہ آپ روزانہ مطلوبہ غذائیں کھایئے۔یہ اصول اپنا کر ہی آپ ذیابیطس سے چھٹکارا پائیں گے۔دوران علاج آپ کو تمباکو، شراب، نشہ آور ادویہ، فاسٹ فوڈ، ہوٹلنگ اور میٹھے مشروبات سے دور رہنا ہوگا چائے یا کافی پینے کے عادی ہیں تو روزانہ صرف ایک کپ نوش کریں۔ان تمام غذائی اشیاء سے دور رہنا آسان نہیں۔لیکن آپ تندرستی وصحت کی دولت پانا چاہتے ہیں، تو ان سے دُوری لازم ہے۔ صرف اسی صورت میں آپ ذیابیطس کو شکست دے سکتے ہیں۔جن غذائی اشیا میں "بری چکنائی" ملتی ہے، ان سے بھی پیچھا چھڑایئے۔ان غذاؤں میں پروسیس شدہ تیل، مارجرین اور ٹرانز فیٹ شامل ہیں۔زردی غذاؤں میں کوئی نہ کوئی ایسی چکنائی شامل ہوتی ہے۔لہٰذا ان سے پرہیز ضروری ہے۔سفید غذاؤں سے بھی دور رہیے۔ان میں چینی، سفید آٹا، میدہ، پاستا خمیر اور آلو شامل ہیں۔انھیں دور رکھنا چیلنج ہے کیوں کہ روزمرہ غذاؤں میں کوئی نہ کوئی مفید غذا مل جاتی ہے۔ مثلاً آلو ہمارے ہاں عام کھایا جاتا ہے۔مسئلہ یہی ہے کہ عموماً لوگ اسے بہت کھاتے ہیں۔ یوں آلو نقصان دہ غذا بن جاتا ہے۔بہر حال آپ چینی کی جگہ شہد یا گڑ استعمال کیجیے۔آلو کم مقدار میں کھایئے اور اُبلے ہوئے ہوں تو اچھا ہے۔ذیابیطس کے مریضوں کو غذائی علاج کے دوران

حیوانی گوشت سے بھی پرہیز کرنا ہوگا۔ دراصل اس مرض میں ساراقدرتی جسمانی نظام ہل کررہ جاتا ہے۔اسے قدرتی حالت میں واپس لانے کے لیے پھر انقلابی غذائی علاج اپنانا پڑتا ہے۔ تبھی کامیابی ملے گی۔لہٰذا دوران علاج سرخ گوشت،انڈے،چکن حتیٰ کہ مچھلی سے بھی دور رہیے یہ غذائیں بھی علاج کو بے اثر بنا سکتی ہیں۔

درج بالاہدایات سے عیاں ہے کہ ذیابیطس کا غذائی علاج اپنانا خاصا کٹھن مرحلہ ہے۔ لیکن اعتماد و یقین رکھنے والے مرد و زن اسے اپنا سکتے ہیں۔اگر آپ زندگی سے بھرپور انداز میں لطف اندوز ہونا چاہتے ہیں تو یہ انقلابی غذائی علاج ذیابیطس میں مبتلا مریض کی تمنا پوری کردے گا۔

واضح رہے،واقف کار ڈاکٹر آپ کو یہی بتائیں گے کہ حیوانی گوشت سے دور مت رہو اس طرح صحت کو نقصان پہنچے گا۔لیکن سبزی خور بھی تو گوشت کھائے بغیر زندہ اور تندرست ہیں۔ وہ دالوں سے مطلوبہ پروٹین لے لیتے ہیں۔ذیابیطس کا غذائی علاج کرتے ہوئے دراصل ایک وجہ سے حیوانی گوشت پر عارضی پابندی لگائی گئی۔

آج کل جانوروں کو اینٹی بائیوٹک ادویہ کھلانے کا رجحان بڑھ گیا۔یہ ادویہ دودھ میں اضافے،جسمانی نشو ونما کا عمل تیز کرنے یا وزن بڑھانے کے لیے انھیں کھلائی جاتی ہیں مگر یہ گوشت کو پروسیس شدہ بنا دیتی ہیں۔جبکہ ہمارے غذائی علاج کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ انسان زیادہ سے زیادہ فطری غذائیں کھائے۔یعنی ان غذاؤں میں کسی قسم کی انسان ساختہ ملاوٹ نہ پائی جائے۔تب ہی ذیابیطس کا مریض اپنی بیماری سے نجات پاسکے گا۔

ذاتی مقولات

(پروفیسر محمد شبیر شاھد ھوتوانی)

1- "معاف کر دینا اپنے آپ پر رحم کرنا ہے۔"

2- "زندگی گزر جانے کا نام ہے، زندگی مستقبل کا تھوڑا سا لمحہ ہے، جو "حال" سے جڑا ہوا ہے۔" 3- "زندگی اس لمحے کا نام ہے جو اب آپ کے سامنے ہے جو گزر گیا سو گزر گیا بس! وہ ماضی بن گیا"

4- "شک کی راہ کفر کی شاہراہ۔ شک حق کا دشمن ہے، حق ہے تو شک نہیں۔ شک ہے تو حق نہیں۔ شک اور ایمان کا میل نہیں۔"

5- "دنیا کا حاصل و ضرورت "محنت اور مقدر" سے ہے آخرت کی بہتری کوشش و دُعا اور عطاء سے ہے۔"

6- "تصوف کا راز" توکلت علی اللّٰہ ہے۔"

7- "جو ربّ سے نہیں ڈرتا، وہ سب سے ڈرتا ہے۔"

8- "بے ضرر ہو جاؤ، فقیری شروع! منفعت بخش ہو جاؤ فقیری مکمل!

9- "عشق مجازی ہو یا حقیقی، محبوب ملتا ضرور ہے، کبھی وہ آملتا ہے کبھی وہ جا ملتا ہے۔"

10- "جب دنیا چھوڑ دیتی ہے تو ربّ ہاتھ تھام لیتا ہے اور وہ چھوڑتا نہیں ہے۔"

11- "اللہ تک کا سفر بے حد و لامحدود ہے جو عقل سے نہیں دِل سے شروع ہوتا ہے۔"

تو دِل میں تو آتا ہے، سمجھ میں نہیں آتا

بس! جان گیا میں، تیری پہچان یہی ہے!

13- "دُعا پڑھنا اور ہے، دُعا مانگنا کچھ اور ہے جو دو الگ الگ عمل ہیں۔ دُعا مانگنا فائق ہے "
داغ نے خوب کہا:

؎ ہزار بار رجو مانگا کرو تو کیا حاصل
دُعا یہی ہے جو دِل سے کبھی نکلتی ہے

14- "دُعا کرانا اور دُعا لینے" میں بڑا فرق ہے خدمت کر کے دُعائیں لیا کرو۔"

15- "دارالعمل کو دار الجزاء مت سمجھو ورنہ تہی دامن لوٹ جاؤ گے۔"

16- "(دکھی) انسان اللہ تک پہنچنے کی اعلیٰ سیڑھی ہے۔"

17- "خالق تک جانے کی منزل مخلوق خدا کی خدمت کے دوراہے پہ ہے۔"

18- "فقیر کی پہچان: قانع، شاکر و متوکل ہوتا ہے۔" فقیری چالا کی نہیں، معصومیت کا نام ہے، اگر یہ نہیں تو پھر کاروبار ہے۔ اپنے خول میں مقیّد فقیر نہیں ہو سکتا۔"

راضی برضا ہوتے ہیں، ارباب قناعت
وہ اپنا بھرم دستِ طلب سے نہیں کھوتے

19- "اللہ تعالیٰ انسان کو اپنے دیئے ہوئے سے آزماتا ہے، دیکھتا ہے کہ کس کو ترجیح دیتا ہے اللہ (مالک) کو یا اپنے آپ کو! بس یہی آزمائش ہے۔"

20- "زندگی کے سفر میں ہر شخص اپنی راہ گزر میں ہے کٹھن یا آسودہ۔"

21- "سارے دکھوں کا علاج ذکرِ قلبی ہے، یعنی ذات بابرکات سے قلبی وابستگی کامرانی کی ضمانت ہے۔"

22- "سکوت کی نگری میں سکرات کا عالم ہے، بس ابڑھنے اور چلنے میں سکون ہے۔"

23- "شک آیا تو مشرک ہوا بلکہ کفر ہوا، شکر آیا تو ایمان آیا۔"

24- "اچھا وہ ہے جو دوسروں کی نظر میں اچھا ہو اپنے آپ کو تو ہر ایک اچھا سمجھتا ہے۔"

25- "حیاء عورت کا ہی نہیں مرد کا بھی گہنا ہے کیونکہ حیاء ہی ایمان ہے۔"

26- "غصہ عارضی منفی جذبہ ہوتا ہے، لیکن اس وقت آدمی انسانیت سے دُور اور شیطنیت کے قریب ہوتا ہے۔"

27- "اللہ کی مخلوق کو برا سمجھنا تو اس ذاتِ اقدس میں عیب جوئی کرنے کے مترادف ہے۔ اللہ کی مخلوق کو حقیر سمجھنا، دراصل اللہ کی تحقیر ہے۔ نفرت کرنے والا اللہ کی تخلیق پہ ناخوش ہے۔"

28- "زمین و آسمان میں موجود ہر چیز اپنی تسبیح سے خوب آگاہ اور مصروفِ عمل ہے۔"

29- "جب بندے پر کوئی تکلیف آتی ہے تو اللہ کی توجہ خاص، رحمت کے دائرہ میں ہوتا ہے۔"

30- "مومن کا ظاہر و باطن یکساں ہوتا ہے، منافق کا اس کے برعکس۔"

33- " بامقصد زندگی ہی حیات ہے اور بے مقصد زندگی گزارنا موت ہے۔"

34- " سونے سے " سونا " نہیں ملتا۔"

35- " محبت کے بغیر ادب نہیں آتا اور ادب کے بغیر محبت نہیں آتی۔"

36- " غصہ، نفرت، غیبت اور شکوہ روحانی ترقی میں رکاوٹ اور درویش کیلئے زہر ہیں۔"

37- " شکوہ اور گلہ شرک (خفی) ہے خواہ انسان کا ہو یا خالق کا۔"

38- " ہم اللہ کے فرمان "شہ رگ کے قریب ہونے پر یقین نہیں رکھتے، اس لئے گناہ پے گناہ کرتے رہتے ہیں۔"

جو میری سنت پر عمل نہ کرے وہ مجھ میں سے نہیں

(مولانا محمد اویس سرور)

حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں''۔

''سنت سے اعراض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ سنت کی اہمیت کا اعتقاد نہ رکھتے ہوئے اسے چھوڑ دے (البتہ اگر ایسی صورت نہ ہو بلکہ کسی عذر کی وجہ سے سنت کو چھوڑنا پڑے تو یہ وعید و مذمت اس کو شامل نہیں)''

حضور ﷺ کا مذکور فرمان ایک خاص پس منظر کا حامل ہے، جسے آئمہ حدیث نے کچھ اس طرح نقل کیا ہے:

''ایک مرتبہ تین آدمیوں نے اُمہات المؤمنین سے حضور ﷺ کی عبادات کا احوال معلوم کیا، جب انہیں اس بارے میں بتایا گیا تو انہوں نے گویا کہ اسے تھوڑا سمجھا اور کہا کہ حضور ﷺ کے تو اگلے پچھلے سارے گناہ معاف ہو چکے ہیں، ہمارا اُن سے کیا مقابلہ! ان میں سے ایک نے کہا میں آئندہ ساری رات نماز پڑھا کروں گا، دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا کبھی افطار نہ کروں گا، تیسرے نے کہا میں کبھی شادی نہ کروں گا اور عورتوں سے ہمیشہ کے لئے علیحدگی اختیار کروں گا۔ جب حضور ﷺ تشریف لائے تو آپ کو ان کے اس ارادے کی اطلاع دی گئی، آپ نے فرمایا تم نے فلاں فلاں بات کی ہے! خدا کی قسم! میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں، لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں افطار بھی کرتا ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں سوتا بھی ہوں، میں عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں، پس جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں''۔

رسول اللہ ﷺ کے سچے اُمتی ہونے کی حیثیت سے ہمیں آپ ﷺ کی ہر ادا، عادت اور سنت سے محبت رکھنی چاہیے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کی مزید ترغیب و تلقین کرتے ہوئے

ارشاد فرمایا: ''تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔''

صحابہ کرامؓ اور اتباع رسول ﷺ:

حضرت انس بن مالکؓ نے حضور ﷺ کے ہاتھ میں ایک چاندی کی انگوٹھی دیکھی (اور دوسرے لوگوں نے بھی دیکھی) تو لوگوں نے انگوٹھیاں بنوا کر پہن لیں۔ بعد میں حضور ﷺ نے وہ انگھوٹھی اتار دی تو لوگوں نے بھی اتار دیں۔

حضرت ابوبکرؓ اور اتباع رسول ﷺ

ایک صحابیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ حجر اسود کے پاس کھڑے ہوئے فرمارہے ہیں: مجھے یہ معلوم ہے تم تو ایک پتھر ہو نہ نقصان دے سکتے ہو اور نہ نفع۔ پھر حضور ﷺ نے اس کا بوسہ لیا۔ حضور ﷺ کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے حج کیا اور حجر اسود کے سامنے کھڑے ہو کر فرمایا: مجھے یہ معلوم ہے کہ تم ایک پتھر ہو نہ نقصان دے سکتے ہو اور نہ نفع، اگر میں نے حضور ﷺ کو تمہارا بوسہ لیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تمہارا بوسہ نہ لیتا۔''

حضرت عمرؓ اور اتباع رسول ﷺ:

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت حفصہ بنت عمرؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا: اے امیر المؤمنین! کیا ہی اچھا ہوتا اگر آپ اپنے ان (کھردرے) کپڑوں کے بجائے نرم کپڑے پہنتے اور اپنے اس کھانے سے زیادہ عمدہ کھانا کھاتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رزق میں بڑی وسعت عطا فرمائی ہے اور مال بھی پہلے سے زیادہ عطا فرمادیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: کیا تمہیں حضورؐ کی مشقت اور سختی والی زندگی یاد نہیں! چنانچہ حضرت عمرؓ ان کو حضور ﷺ کی معیشت کی تنگی کے واقعات یاد دلاتے رہے یہاں تک کہ وہ رونے لگیں پھر ان سے فرمایا تم نے مجھے یہ کہا ہے!!! لیکن میرا فیصلہ یہ ہے کہ جہاں تک میرا بس چلے گا میں مشقت اور تنگی والی حضور ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ جیسی زندگی گزاروں گا تا کہ مجھے آخرت میں نعمتوں اور راحتوں والی زندگی مل سکے۔''

حضرت ابن عمرؓ اور اتباع رسول ﷺ:

حضرت ابن عمرؓ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک درخت کے نیچے دوپہر کو آرام فرمایا کرتے تھے اور اس کی وجہ یہ بیان فرماتے کہ حضور ﷺ نے اس درخت کے نیچے دوپہر کو آرام فرمایا تھا۔''

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ تھے۔ چلتے چلتے جب وہ ایک جگہ کے پاس سے گزرے تو راستہ چھوڑ کر ایک طرف ہو لئے، ساتھیوں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ راستہ کیوں چھوڑ دیا؟ انہوں نے فرمایا میں نے حضور ﷺ کو یہاں ایسے ہی کرتے دیکھا تھا اس لئے میں نے بھی ایسے ہی کیا۔''

حضرت نافعؒ کہتے ہیں: حضرت ابن عمرؓ مکہ مکرمہ کے راستہ میں (سیدھا نہیں چلتے تھے) بلکہ (کبھی راستہ دائیں طرف) سواری کو موڑ لیا کرتے تھے (کبھی بائیں طرف) اور فرمایا کرتے تھے میں ایسا اس لئے کرتا ہوں تا کہ میری سواری کا پاؤں حضور ﷺ کی سواری کے پاؤں والی جگہ پر نہ پڑ جائے۔''

حضرت ابن عمرؓ کی زندگی حیات نبوی ﷺ کا عکس تھی۔ لوگ کہا کرتے تھے کہ ابن عمرؓ کو پابندی سنت کا والہانہ جنون تھا۔ صرف عبادات ہی میں نہیں بلکہ آنحضرت ﷺ کے اتفاقی اور بشری عادات کی بھی وہ پوری پیروی کرتے تھے، یہاں تک کہ وہ حج کے لئے سفر میں نکلتے تھے تو آنحضرت ﷺ اس سفر میں جن جن مقامات پر اترتے تھے وہاں بھی منزل کرتے تھے، جن مقامات پر حضور ﷺ نے نمازیں پڑھی تھیں وہاں یہ بھی پڑھتے تھے۔ حج کے سفر میں وہی راستہ اختیار کرتے جن راستوں سے آنحضرت ﷺ گزرا کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ مسجد قبا میں سوار اور پیادہ دونوں طریقوں سے تشریف لے گئے تھے، حضرت ابن عمرؓ کا بھی یہی عمل تھا۔ آنحضرت ﷺ ذوالحلیفہ میں اتر کر نماز پڑھتے، ابن عمرؓ بھی یہی کرتے تھے۔ عام دعوت خصوصاً ولیمہ قبول کرنا مسنون ہے، حضرت ابن عمرؓ روزہ کی حالت میں بھی دعوت ولیمہ رد نہ کرتے تھے،

اگر چہ اس حالت میں کھانے میں نہ شریک ہو سکتے تھے۔مگر داعی کے یہاں حاضری ضرور دیتے تھے آنحضرت ﷺ مکہ میں داخل ہونے سے قبل **بطحا** میں تھوڑا سا آرام کرتے تھے،حضرت ابن عمرؓ بھی ہمیشہ اس پر عامل رہے۔عبادات کے علاوہ وضع قطع اور لباس وغیرہ میں بھی اُسوۂ نبوی ﷺ کو پیش نظر رکھتے تھے۔آنحضرت ﷺ کے وہ تمام حرکات وسکنات جو آپ نے بر سبیل سنت کیے یا طبعاً صادر ہوئے،ابن عمرؓ ان سب کی اقتداء کرنا ضروری سمجھتے تھے۔

حضرت ابن عباسؓ اور اتباع رسول ﷺ:

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا حضور ﷺ ایک مرتبہ میرے والد حضرت عباسؓ کے پاس آئے۔حضرت عباسؓ لوگوں کو نبیذ پلا رہے تھے۔حضور ﷺ نے فرمایا مجھے بھی پلاؤ۔حضرت عباسؓ نے نبیذ کے چند پیالے منگوائے اور حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کئے حضور ﷺ نے ان میں سے ایک پیالہ لے کر اسے نوش فرمایا پھر فرمایا تم لوگوں نے اچھا انتظام کر رکھا ہے ایسے ہی کرتے رہنا تو اب حضور ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے نبیذ کے بجائے دودھ اور شہد کی سبیل کا ہونا میرے لئے باعث مسرت نہیں ہے۔

حضرت انسؓ اور اتباع رسول ﷺ:

حضرت انسؓ کو کدو بہت پسند تھا اور آپ اسے بڑے شوق اور رغبت سے تناول فرمایا کرتے تھے۔ایک مرتبہ اس رغبت کی وجہ کچھ ان الفاظ میں بیان فرمائی:

''میں حضور ﷺ کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا۔سالن میں کدو تھے۔آپ کدو کو بہت رغبت سے تناول فرما رہے تھے۔مجھے اندازہ ہوا کہ آپ کو کدو بہت پسند ہے۔پس میں کدو آپ کے سامنے رکھنے لگا تا کہ آپ آسانی سے انہیں تناول فرما سکیں''۔

سنت رسول ﷺ،اسلاف اُمت کی نظر میں:

عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں:

''سنت کی مخالفت کر کے سلامتی حاصل نہیں ہوسکتی اور اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے مخلوق کی رضا حاصل نہیں کی جاسکتی''۔

ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں:

''حق تعالیٰ کی محبت کی علامت یہ ہے کہ اخلاق و اعمال اور تمام اُمور و عادات میں حبیب اللہ ﷺ کی سنتوں کا اتباع کیا جائے''۔

حضرت سہل تستریؒ فرماتے ہیں:

''بندہ جو عمل سنتِ رسول ﷺ کے بغیر کرتا ہے خواہ وہ بصورت اطاعت ہو یا معصیت، وہ عیش نفس ہے۔ اور فعل اقتداء اور اتباع سے کرتا ہے وہ نفس پر عتاب اور مشقت ہے کیونکہ نفس کی خواہش کبھی اقتداء و اتباع میں نہیں ہوسکتی اور اصل مقصود ہمارے طریق یعنی سلوک کا یہی ہے کہ اتباع خواہش سے بچیں''۔ ایک اور موقع پر فرمایا:

''تین چیزوں سے مخلوق مایوس ہوگئی: توبہ کا التزام، سنت رسول ﷺ کا اتباع اور مخلوق کو اپنی ایذاء سے بچانا''۔

کسی نے حضرت سہل تستریؒ سے دریافت کیا: ''اعلیٰ ظرفی کیا چیز ہے؟ فرمایا: ''اتباع سنت''۔

سہل تستریؒ فرماتے ہیں:

''ہر وہ فعل جسے انسان آنحضرت ﷺ کی اقتداء کے بغیر کرے خواہ وہ عبادت ہو یا معصیت وہ نفس کی زندگی ہے اور ہر وہ فعل جسے وہ آنحضرت ﷺ کی اقتداء میں کرے، وہ نفس کیلئے عذاب ہے''۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں:

''حضور ﷺ کی اتباع میں خاص برکت کا راز یہ ہے کہ جو شخص آپ کی ہیئت بناتا ہے اس پر خدا تعالیٰ کو محبت اور پیار آتا ہے کہ یہ میرے محبوب کا ہم شکل ہے پس یہ وصول کا سب سے

اقرب طریق ہے"۔

مولانا یوسف کاندھلویؒ فرماتے ہیں:

"تم حضور ﷺ کے نمونے پر بننا شروع کردو پھر جس نے بننا ہوگا بن جائے گا اور جو بننے والا نہیں ہوگا اور بننے والوں کے لئے رکاوٹ بنے گا، اللہ تعالیٰ اسے اس طرح توڑ دے گا جیسے انڈے کے چھلکے کو توڑ دیا جاتا ہے، تم جن کو بڑی طاقتیں کہتے ہو خدا کے نزدیک ان کی حیثیت مکڑی کے جالے کے برابر بھی نہیں ہے۔ اس دنیا میں پاکیزہ انسانوں کے نہ ہونے کی وجہ سے مکڑیوں کے بڑے بڑے جالے لگ گئے تھے، جب حضور ﷺ کی سعی سے پاکیزہ انسان بن گئے تو خدا نے عذاب کی ایک جھاڑو سے روم وفارس کے جالے صاف کردیئے تھے، بالکل یہی صورت روس وامریکہ کی ہوگی"۔ ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا:

"حضور ﷺ کی معاشرت کی بنیاد پاکیزگی، سادگی اور حیاء پر ہے اور یہود ونصاریٰ کی لائی ہوئی معاشرت کی بنیاد بے حیائی، اسراف اور تعیش پر ہے۔ تمہیں ان کی معاشرت پسند آنے لگی جنھوں نے تمہارے اسلاف کے خون بہائے، عصمتیں لوٹیں، ملک چھینے اور اب بھی تمہیں امداد دے کر اس طرح پال رہے ہیں جس طرح تم مرغیاں پالتے ہو (یعنی ذبح کرنے کے لئے) اور جس نے تمہارے لئے خون بہایا دانت شہید کرائے، حمزہؓ جیسے چچا شہید کرائے، تمہارے لئے راتیں جاگ کر گزاریں ان کی معاشرت تمہیں پسند نہ آئی۔ حضور ﷺ کی معاشرت بھی قیامت تک کے لئے ہے جیسے ان کی نبوت قیامت تک کے لئے ہے، جب تم میں نور ایمان آئے گا تو تمہیں حضور ﷺ کی معاشرت کی ایک ایک چیز پیاری لگے گی"۔

مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں:

"یقین کیجئے کہ عبادات کا جو طریقہ رسول کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے اختیار نہیں کیا وہ دیکھنے میں کتنا ہی دلکش اور بہترین نظر آئے وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک اچھا نہیں"۔

مولانا عبدالحق حقانیؒ فرماتے ہیں:

''اگر عمل سنت کے مطابق نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول نہیں ہوتا۔ اگرچہ فی نفسہٖ وہ کتنا اچھا کیوں نہ ہو اور نیت کتنی ہی خالص کیوں نہ ہو''۔

آج کل ہمارے مسلم معاشرہ میں رسول اللہ ﷺ کی سنتوں سے بہت زیادہ اعراض کیا جاتا ہے اپنے ہر معاملے میں اپنی یا اپنے دوست کی مرضی، خوشی اور پسند کو ترجیح دی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہماری وضع قطع، لباس اور عادات رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق نہیں، بلکہ ہم اپنے ماحول، معاشرے اور دوستوں کو خوش کرنے کے لئے یہود و ہنود اور انگریز کے پیروکار بن چکے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی عادات اور آپ کی سنتوں سے محبت تو در کنار ان کا مذاق اور ان سے نفرت کی جاتی ہے، اور جب کوئی اُمت اپنے رسول کے طور طریقے، طرزِ زندگی اور فرامین سے منہ موڑ لے، ان کی اہمیت و حیثیت کو گراتے ہوئے بے قدری پر اُتر آئے تو اللہ جل شانہ ایسے لوگوں پر طرح طرح کے کئی عذاب مسلط فرما دیتے ہیں اور آج ہماری یہی حالت ہے۔

امام مالکؒ اور تعظیم پیغمبر ﷺ

تاریخ اسلام کے عظیم مجاہد و محدث حضرت امام عبداللہ بن المبارکؒ جو کہ امام مالکؒ کے ایک قابل فخر شاگرد ہیں، مجلس درس میں امام مالکؒ کی خشیت و ادب کا فقید المثال واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ایک مرتبہ امام مالکؒ نے درس حدیث شروع کیا تو اس دوران آپ کا رنگ بار بار متغیر ہو جاتا تھا مگر آپ نے درس حدیث بند کیا نہ آپ سے حدیث کی روایت کرنے میں کسی قسم کی لغزش واقع ہوئی۔ فارغ ہونے کے بعد میں نے مزاج مبارک دریافت کیا تو فرمایا اثناءِ درس میں تقریباً دس بار بچھو نے ڈنگ مارا ہے پھر فرمایا میں نے یہ صبر اپنی شجاعت و استقامت جتانے کے لیے نہیں کیا بلکہ صرف حدیث پیغمبر کی تعظیم کے لئے کیا ہے''۔

امام مالکؒ کے دل میں سرورکائنات کی محبت وعظمت کا شدید جذبہ موجود تھا، اسی وجہ سے آپ جناب سرکارﷺ اور آپ کے شہر مبارک کا بے حد احترام فرماتے تھے جب نام مبارک زبان پر آتا تو چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا۔ لوگ اس کی وجہ دریافت کرتے تو فرماتے:

''ہم نے جن ارواح طیبات کی زیارت کی ہے ان کی حالت مجھ سے بھی بڑھ کر تھی''۔

آپ مسجد نبوی میں شوروغل ناپسند فرماتے کہ یہ آستانہ نبوت سے گستاخی ہے۔ کلام نبویﷺ اس وقت تک زبان پر نہیں آتا جب تک وضو یا غسل فرما کر باادب نہ بیٹھ لیتے۔

امامؒ کے اصطبل میں کثرت سے گھوڑے اور خچر تھے، مگر کبھی مدینہ کی گلیوں میں سوار ہو کر نہ نکلے، لوگوں نے اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا:

''مجھے شرم آتی ہے کہ جو سرزمین قدم نبویﷺ سے مشرف ہوئی ہے اس کو جانوروں کے سموں سے روندوں!!''۔

ذات نبویﷺ کی محبت اور حدیث نبوی کے شغل وانہماک کے سبب سے کوئی رات ایسی نہ گزرتی جس میں عالم رؤیا میں زیارت نبوی کا شرف حاصل نہ ہوتا۔

ان سے الفت نہ ہم اگر کرتے
زندگی کس طرح بسر کرتے
راستہ گم ہے کارواں بے دم
اور کیا کام راہبر کرتے

امام مالکؒ کو مدینہ منورہ سے انتہاء درجہ کی محبت تھی، سوائے حج کے سفر کے کبھی مدینہ سے باہر نہیں نکلے، منصور نے بغداد کی سکونت کے لئے درخواست کی لیکن پذیر نہ ہوئی۔ مہدی نے تین ہزار دینار بھیجے اور یہ پیغام بھیجا کہ بغداد کا عزم کیا کیجیے فرمایا:

''اشرفیاں جوں کی توں رکھی ہیں، جی چاہے تو لے جاؤ، مگر مالک سے مدینہ نہیں چھوٹ سکتا''۔

انتہائے محبت یہ ہے کہ جمہور اسلام کے خلاف، امام مکہ معظمہ پر مدینہ منورہ کو برتری دیتے ہیں۔

صحن حرم بھی، گلشن جنت بھی خوب ہے
لیکن کچھ اور ہی ہے ترے آستاں کی بات

امام مالکؒ کا دل جس طرح حبِ رسول ﷺ سے سرشار تھا اسی طرح حدیث رسول ﷺ کی محبت بھی آپ کے دل میں موجزن تھی، اس محبت کا تقاضا تھا کہ آپ حدیث کا بے حد ادب کرتے تھے اور اس سلسلہ میں کسی قسم کی رعایت نہ فرماتے۔

مندرجہ ذیل واقعات اس کا عملی ثبوت ہیں:

حضور اکرم ﷺ کی محبت مسلمان کی زندگی کا ایسا قیمتی اثاثہ ہے کہ اس پر فدا ہو جانے کو مسلمان اپنی معراج سمجھتا ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ کی محبت ہی دلوں میں شمع ایمانی فروزاں اور قندیل تقویٰ روشن کرتی ہے۔ مومن کی زندگی کا ہر گوشہ اس محبت سے سرشار اور مزین ہے۔ امام مالکؒ بھی تاریخ اسلام کی ان عظیم ہستیوں میں سے تھے جنہیں حب رسول اقدس ﷺ کا وافر حصہ نصیب ہوا تھا، چنانچہ مصعب بن عبداللہ فرماتے ہیں:

''امام مالکؒ کے سامنے جب بھی رسول اکرم ﷺ کا نام گرامی آتا تو ان کا رنگ متغیر ہو جاتا اور کمر جھک جاتی، جب ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا:

''جو میں دیکھتا ہوں، اگر تم بھی دیکھ لیتے تو تعجب کا اظہار نہ کرتے''۔

امام مالکؒ کے عشق رسول کا ایک واقعہ ابن خلکان نے بھی نقل کیا ہے:

امام مالکؒ صاحب انتہائی ضعف اور کمزوری کے باوجود گھوڑے پر سوار نہیں ہوتے تھے اور پیدل ہی چلتے تھے، اس کی وجہ یہ بیان فرمائی:

''میں اس شہر میں سواری پر سوار نہیں ہو سکتا جس پر سرکار دو عالم ﷺ کا جسد انور مدفون ہے''

اسی عشق و محبت کا ثمرہ تھا کہ امام مالکؒ ہر رات خواب میں سرکار دو عالم ﷺ کی ملاقات بابرکات سے مشرف ہوتے ہیں۔ مثنیٰ بن سعید فرماتے ہیں:

''میں نے امام مالکؒ کوفرماتے ہوئے سنا، میں نے کوئی رات ایسی نہیں گزاری جس میں حضورانورﷺ کی زیارت نہ ہوئی ہو''۔

ایک مرتبہ جعفر بن سلیمان سے کسی نے شکایت کردی کہ امام صاحب آپ کی خلافت کے مخالف ہیں،اس نے آپؒ کوستر کوڑے لگانے کا حکم دے دیا۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کی عزت میں اوراضافہ کردیا گویا کہ یہ کوڑے آپ کا زیور بن گئے۔منصور جب مدینہ آیا تو اس نے جعفر کی اس حرکت کا انتقام لینے کا ارادہ کیا،امام مالکؒ نے قسم کھا کرفرمایا:

''میں تو اس کا ایک ایک کوڑا آنحضرتﷺ کی قرابت کی خاطر معاف کر چکا ہوں''۔

مؤرخین کہتے ہیں کہ یہ سزا آپ کو اس جرم میں دی گئی تھی کہ آپ نے کوئی فتویٰ اس کی چاہت کے مطابق نہیں دیا تھا۔

خطبہ نکاح میں پڑھی جانے والی حدیث

خطبہ نکاح وغیرہ میں ان الفاظ کے ساتھ ایک مشہور حدیث پڑھی جاتی ہے:

''النكاح من سنتى فمن رغب عن سنتى فليس منى''

''نکاح میری سنت ہے، جس نے میری سنت پر عمل نہ کیا وہ مجھ سے نہیں''۔ تم شادی کرو کیونکہ میں تمام امتوں میں سب سے زیادہ امتیوں والا ہوں۔جو مال دار ہو وہ شادی کرلے اور جس کے پاس شادی کرنے کی وسعت نہ ہو وہ خوب روزے رکھے یہ روزے شہوت کی آگ کو ٹھنڈا کریں گے''۔

اپنی فکر میں لگے رہو

(محمد اسجد قاسمی)

قرآن کریم اور احادیث نبویہ ﷺ کے نصوص میں یہ حقیقت بار بار بیان کی گئی ہے کہ ہر انسان کو سب سے پہلے، سب سے زیادہ اور سب سے بڑھ کر اپنی اصلاح اور درستگی اور اپنی سیرت کی تعمیر پر توجہ دینی چاہئے، اس موضوع کی سب سے واضح آیت یہ ہے:

ترجمہ: ''اے ایمان والو!تم اپنی ہی فکر میں لگے رہو، کوئی بھی گمراہ ہو جائے اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں، جب کہ تم راہ پر چل رہے ہو، اللہ ہی کی طرف تم سب کی واپسی ہے، سو وہ تمہیں جتلا دے گا جو کچھ کہ تم کرتے رہے تھے''۔(المائدہ: ۱۰۵)

واضح فرما دیا گیا ہے کہ ہر وقت دوسرے کے اعمال کی برائیوں، دوسرے کے عقائد کی خرابیوں پر نظر رکھنے کے بجائے خود اپنے افعال و اعمال، کردار و سیرت، اخلاق و اقوال، افکار و خیالات کو خرابی اور برائی سے بچانے کی فکر و سعی ہونی چاہئے ،انسان کو ہمہ وقت اپنی ذات کا محاسبہ کرتے رہنا چاہئے کہ وہ خدا اور بندگان خدا کے حقوق کی ادائیگی کر رہا ہے یا نہیں!!! اگر انسان میں یہ احساس وفکر پیدا ہو جائے تو وہ کامیاب ہے کسی کی گمراہی اس کے لئے شمۂ برابر بھی ضرر رساں نہیں ہو سکتی۔ آیت میں ہر فرد بشر کو یہ حکم ہے کہ وہ دوسروں کی فکر میں حد سے زیادہ نہ گھلے، اپنی فکر مقدم رکھے، اپنے دین کے تقاضوں اور مطالبوں کو پورا کرے، ہر انسان سے اپنے اعمال و احوال ہی کے بارے میں باز پرس ہوگی ۔ بقول مولانا دریا آبادیؒ:

''آیت میں ایک زبردست اصول یعنی شخصی ذمہ داری کا اثبات ہے اور ان لوگوں کا ابطال ہے، جو انفرادیت کو اجتماعیت میں گم رکھنا چاہتے ہیں''۔(تفسیر ماجدی ۹۷۹)

ترجمہ: ''اگر یہ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو کہہ دیجئے کہ میرا عمل میرے لئے ہے اور تمہارا عمل تمہارے لئے، جو کچھ میں کرتا ہوں اس کی ذمہ داری سے تم بری ہو، اور جو کچھ تم کر رہے ہو اس کی

ذمہ داری سے میں بری ہوں"۔(سورۂ یونس ۴۱)

ترجمہ: ''آپ فرما دیجئے کہ اللہ و رسول کے تابع فرمان بن کر رہو، لیکن اگر وہ رخ پھیر لیں تو وہ خوب سمجھ لیں کہ رسول پر جس فرض کا بار رکھا گیا ہے اس کے ذمہ دار رسول ہیں، اور تم پر جس فرض کا بار ڈالا گیا ہے اس کے ذمہ دار تم ہو''(سورہ النور)

ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ:

ترجمہ: ''جو یہ کہتا ہے کہ لوگ ہلاک و برباد ہو گئے وہ سب سے زیادہ ہلاک و برباد ہونے والا ہے''
یعنی جس کا کام اپنے اعمال کی فکر کے بجائے محض دوسروں کی فکر، دوسروں پر تبصرہ، دوسروں کی حالت زار کا تذکرہ اور ہمہ وقت لوگوں کی تباہی و خرابی کا بیان ہو تو وہ خود سب سے پہلے بدتر حالت میں ہے، اسے اپنے گریبان میں جھانک کر اپنی اصلاح کی فکر پہلے کرنی چاہیے۔

سورۃ المائدہ کی مذکورہ آیت کی تفسیر میں مولانا آزادؒ نے ایک اہم نکتہ بیان کیا ہے، لکھتے ہیں کہ:

''اگر لوگ گمراہ ہو جائیں تو ان کی گمراہی تمہارے لئے دلیل و حجت نہیں ہو سکتی کہ تم کہو! سب گمراہ ہو رہے ہیں تو اکیلی جان ہم کیا کریں، ہر آدمی پر ذمہ داری خود اس نفس کی ہے دوسروں کے لئے وہ ذمہ دار نہیں، اگر ساری دنیا گمراہ ہو جائے تب بھی تمہیں حق پر قائم رہنا چاہیے''۔(ترجمان القرآن)

آیت کا منشا یہ ہے کہ آدمی اپنی اصلاح کو مقدم کرے، یہ مطلب نہیں ہے کہ دوسروں کی اصلاح کی فکر ہی نہ ہو، سیدنا صدیق اکبرؓ نے اسے واضح کیا ہے، فرمایا کہ لوگو! تم یہ آیت پڑھ کر یہ سمجھتے ہو کہ دوسروں کی فکر بالکل نہ کی جائے، بس اپنی ہی فکر ہو یہ غلط مطلب ہے، کہ وہ برائی دیکھ کر اسے مٹانے کی اور ظلم سے روکنے کی کوشش نہ کریں تو بعید نہیں کہ اللہ انہیں اپنے عذاب کی لپیٹ میں لے لے''۔ معلوم ہوا کہ آیت کا منشا یہ ہے کہ اپنی اصلاح کا عمل مقدم ہو پھر دوسروں کی اصلاح کا کام شروع کیا جائے، یہ ترتیب ملحوظ رہے گی تو اس کی تاثیر نمایاں ہو کر رہے گی انبیاء صحابہ و سلف کی تاریخ میں یہ ترتیب نمایاں نظر آتی ہے، انہوں نے جس چیز کا بھی حکم دیا سب سے

پہلے خود اس پر عمل کر کے دکھایا، دوسروں کی بقدر وسعت اصلاح مطالبات دین ہی کا حصہ ہے، آیت کا مقصود دوسروں کی اصلاح سے منع کرنا نہیں صرف اس کے مبالغہ آمیز تخیل میں اعتدال پیدا کرنا مقصود ہے۔

بقول مفسر دریا آبادیؒ:

"مطلب یہ نہیں کہ دوسروں کو اچھی بری بات بتاؤ نہیں، بلکہ یہ کہ دوسروں کی عیب چینی اور کھوج میں نہ پڑے رہو، امر بالمعروف ونہی عن المنکر تو بجائے خود ایک انفرادی فریضہ ہے، اس کا سقوط مقصود نہیں، اسلام تو ایک اجتماعی دین ہے جس میں فرد کے ساتھ ساتھ جماعت وملت کی بھی اصلاح وفلاح مطلوب ہے۔ آیت کا ایک محل یہ بھی ہے کہ انسان جب یہ دیکھ لے کہ وعظ وپند مطلق کارگر نہیں ہوتا، بلکہ اُلٹا اس پر اور مضحکہ ہوتا ہے تو ایسے موقعہ پر چاہئے کہ سکوت سے کام لے اور بس اپنے ہی ذاتی اعمال کی فکر میں لگا رہے۔ یہی طریقہ ہے عارفین سالکین کا کہ وہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کر دینے کے بعد پھر کسی کے زیادہ درپے نہیں ہوتے"۔

میانہ روّی یا اعتدال

(طالب الہاشمی)

میانہ روّی یا اعتدال کا مطلب ہے کہ کسی امر میں افراط وتفریط سے بچ کر درمیانی راستہ اختیار کرنا مثلاً اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اپنے محبوب یا پسندیدہ بندوں کے جواوصاف بیان کیے ہیں،ان میں ایک وصف یہ ہے کہ نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ بخل!! ارشاد ہوا ہے:

ترجمہ: ''یعنی جو خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں نہ بخل بلکہ ان کا خرچ دونوں انتہاؤں کے درمیان اعتدال پر قائم رہتا ہے''۔سورۂ بنی اسرائیل میں ارشادفرمایا گیا ہے:

ترجمہ: ''یعنی نہ تو اپنا ہاتھ گردن سے باندھ رکھو اور نہ اسے بالکل ہی کھلا چھوڑ دو کہ ملامت زدّہ اور عاجز بن کر رہ جاؤ''۔مطلب یہ کہ بخیل بن کر نہ تو دولت کی گردش کو روکو اور نہ فضول خرچی میں مبتلا ہو کر تباہ و برباد ہو جاؤ۔ سورۂ لقمان میں ارشاد ہوا ہے:۔

ترجمہ: ''یعنی اپنی چال میں میانہ روّی اختیار کرو۔مطلب یہ کہ سیدھے سادھے معقول اور شریف آدمی کی سی چال چلو جس میں نہ کوئی اینٹھ وا کڑ ہو اور نہ مریل پن اور نہ دکھاوے کا انکسار۔

عبادت میں اعتدال کا حکم اس طرح دیا گیا ہے:

ترجمہ: ''اور اپنی نماز نہ بہت بلند آواز سے پڑھو اور نہ بہت ہلکی آواز سے''۔

ان دونوں کے درمیان اوسط درجے کا لہجہ اختیار کرو۔فی الحقیقت اسلام میں میانہ روّی یا اعتدال کو تمام امور میں بہترین روش قرار دیا گیا ہے۔رسول اکرم ﷺ میانہ روّی اختیار کرنے کی بہت تاکید فرمایا کرتے تھے۔چند احادیث ملاحظہ ہوں:

(۱) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو! اعتدال اختیار کرو'اعتدال اختیار کرو'اعتدال اختیار کرو اللہ کسی کو تکلیف میں نہیں ڈالتا جب تک تم خود مشقت میں نہ پڑو''۔

(ب) حضرت عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی شخص کو دین میں بصیرت زیادہ نہیں ہوتی۔ جب تک کہ اس کے اعمال میں میانہ روی نہ آجائے''۔

(ج) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

کیا اچھا ہے اعتدال تموّل میں! کیا اچھا ہے اعتدال فقر میں! کیا اچھا ہے اعتدال عبادت میں!

(د) اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لوگو! اسی قدر اعمال اختیار کرو جس کی تم طاقت رکھتے ہو اللہ تعالیٰ تم کو تکلیف میں نہیں ڈالتا جب تک تم خود تکلیف میں نہ پڑو۔

خود رسول اکرم ﷺ اپنے معمولات روز و شب میں جہاں تک ممکن تھا میانہ روی، اعتدال سے کام لیتے تھے۔ رات کو آپ ﷺ نے تین حصوں بانٹ رکھا تھا۔ ایک حصہ آپ ﷺ نے اپنے صحابہؓ یا دوسرے لوگوں سے مختلف اُمور میں گفتگو اور ملاقاتوں کیلئے مختص کر رکھا تھا۔ ایک حصہ اہل و عیال کے حقوق کی ادائیگی کیلئے تھا اور ایک حصہ عبادت کیلئے وقف تھا۔ دن کے اوقات، تبلیغِ حق اور دوسرے دینی و دنیوی معاملات کے نمٹانے میں صرف ہوتے تھے۔ مدنی زندگی میں حضور ﷺ کو ایک وسیع و عریض مملکت کے سربراہ کی حیثیت بھی حاصل ہوگئی تھی۔ یوں آپ کی ذمہ داریوں میں بہت اضافہ ہوگیا تھا۔ کارِ نبوت بھی تھا اور اُمورِ مملکت بھی تھے لیکن آپ ﷺ نے دین اور دنیا کے تمام معاملات کو ایسے توازن اور خوش اسلوبی سے انجام دیا کہ چشمِ فلک نے اس سے پہلے کبھی کسی اور کو ایسا ہمہ گیر اور متوازن کردار ادا کرتے نہیں دیکھا تھا۔

ذرا چشمِ تصور وا کیجیے اور دیکھئے: خاتم الانبیاء والمرسلین وفرمانروائے مملکت اسلامیہ عرب مختلف ملکوں کے بادشاہوں قبائل کے سرداروں اور حاکموں کے نام فرمان لکھوا رہے ہیں، دوسرے ملکوں کے سفیروں اور مختلف قبیلوں اور قوموں کے وفود کو شرف باریابی بخش رہے ہیں، نظم مملکت کے لیے عمال کا تقرر فرما رہے ہیں، جنگ کے میدانوں میں فوج کی قیادت فرما رہے ہیں،

اسی طرح وفات پا جانے والوں کے پسماندگان کے پاس جا کر تعزیت کر رہے ہیں' اہل ایمان کے جنازوں کے ساتھ جا رہے ہیں' غربا، مساکین، بیواؤں، یتیموں اور حاجت مندوں کی اعانت فرما رہے ہیں۔ نمازوں میں صحابہؓ کی امامت فرما رہے ہیں، بازاروں میں یہ دیکھنے کے لیے گشت لگا رہے ہیں کہ کوئی دوکاندار گاہکوں کو دھوکا تو نہیں دے رہا۔ غرض دین و دنیا کے معاملات یا حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں جو توازن اور اعتدال ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔

افرادِ اُمت کو میانہ روی اختیار کرنے اور شدت یا انتہا پسندی سے بچنے کی تلقین و ہدایت کا انداز کیا تھا، چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

☆...... جلیل القدر صحابی حضرت عثمان بن مظعونؓ کو عبادتِ الٰہی سے بے حد شغف تھا' رات رات بھر نمازیں پڑھتے رہتے تھے اور مسلسل روزے رکھتے تھے یہاں تک کہ اہل و عیال کے حقوق و فرائض کی طرف سے بے نیاز ہو گئے تھے۔ حضور ﷺ کو اُن کے اس طرزِ عمل کا علم ہوا تو ان کو بلا کر بدین الفاظ نصیحت فرمائی: اے عثمان! کیا میری ذات تمہارے لیے اسوۂ حسنہ نہیں؟ میں نماز بھی پڑھتا ہوں' روزے بھی رکھتا ہوں' افطار بھی کرتا ہوں، سوتا بھی ہوں، اپنی بیویوں سے بھی ملتا ہوں، عثمان! اللہ سے ڈرو! تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے، تمہارے مہمان اور تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے۔ اس لیے تم روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو' نماز بھی پڑھو اور سویا بھی کرو۔ حضرت عثمان بن مظعون نے وعدہ کیا کہ حضور ﷺ کی ہدایت پر عمل کریں گے۔

☆...... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ نبی ﷺ کو خطبہ پڑھتے ہوئے ایک آدمی دھوپ میں کھڑا نظر آیا۔ آپ ﷺ نے لوگوں سے اس کا نام اور دھوپ میں کھڑے ہونے کا سبب پوچھا۔ لوگوں نے عرض کیا اس شخص کو ابو اسرائیل کہتے ہیں۔ اس نے نذر مانی ہے کہ ہمیشہ دھوپ میں کھڑا رہا کرے گا' سایہ میں بھی نہیں جائے گا اور نہ کسی سے کلام کرے گا اور روزہ رکھا کرے گا۔ حضور ﷺ نے (ابو اسرائیلؓ کی انتہا پسندی کو ناپسند کرتے ہوئے) فرمایا' اس سے کہہ دو کہ سایہ میں بیٹھے اور کلام بھی کرے البتہ اپنا روزہ پورا کرے۔

☆...... مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ نے ایک مرتبہ ارادہ کیا اور لوگوں کے سامنے اس کا برملا اظہار کیا کہ وہ جب تک زندہ ہیں ہمیشہ روزہ رکھا کریں گے اور رات بھر نماز پڑھتے رہا کریں گے۔رسول اکرمﷺ کو اس کی خبر ہوئی تو آپﷺ نے حضرت عبداللہ کو بلا بھیجا اور ان سے فرمایا' اے عبداللہ! کیا تو نے ایسا کہا ہے؟

انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں' بے شک میں نے ایسا کہا ہے۔حضورﷺ نے فرمایا' تجھے اس کی طاقت نہیں' تو روزہ بھی رکھا کر اور افطار بھی کیا کر' سویا بھی کر اور نماز بھی پڑھا کر اور ہر مہینے میں تین روزے رکھ لیا کر (ان کا اجر تجھے دس گناہ ملے گا) اور ایسا کرنا ہمیشہ روزہ رکھنے کی مثل ہے۔حضرت عبداللہ نے عرض کیا' یا رسول اللہ مجھے اس سے زیادہ کی طاقت ہے۔حضورﷺ نے فرمایا: ایک دن روزہ رکھا کر اور دو دن افطار کیا کر۔

حضرت عبداللہؓ بولے' یارسول اللہ! مجھ میں اس سے بھی زیادہ طاقت ہے۔

حضورﷺ نے فرمایا (اچھا تو پھر) ایک دن روزہ رکھا کر اور ایک دن افطار کیا کر یہ داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں اور سب نفلی روزوں سے بہتر ہیں۔اب بھی حضرت عبداللہ نے عرض کیا کہ میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں تو حضور نے فرمایا: ان سے افضل کوئی (نفل روزے) نہیں (بروایت دیگر داؤد علیہ السلام کے روزے اللہ تعالیٰ کو سب روزوں سے زیادہ محبوب ہیں۔)

حضرت عبداللہؓ جب بوڑھے ہو گئے تو اکثر کہا کرتے تھے کہ کاش میں رسول اللہﷺ کی (تین دن والی) رخصت قبول کر لیتا۔

☆...... رسول اکرمﷺ کبھی کبھی رات کے پچھلے پہر خانہ اقدس سے باہر نکلا کرتے تھے۔یہ دیکھنے کے لیے کہ آپ کے صحابہؓ سوئے ہوئے ہیں یا عبادت میں مشغول ہیں۔ایک دفعہ جب آپ نکلے تو دیکھا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ تہجد کی نماز پڑھ رہے ہیں اور نہایت دھیمی آواز میں قرآن حکیم کی تلاوت کر رہے ہیں۔پھر آپﷺ آگے بڑھے تو حضرت عمر فاروقؓ کو بہت اونچی آواز میں قرآن پاک کی تلاوت کرتے دیکھا۔ دوسرے دن فجر کی نماز کے بعد حضورﷺ نے

حضرت ابوبکر صدیقؓ سے پوچھا: ''اے ابوبکر! آپ تہجد کی نماز میں اتنی دھیمی آواز میں قرآن مجید کی تلاوت کیوں کر رہے تھے؟'' حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا: 'یا رسول اللہ! میں جس پاک ذات کا کلام پڑھ کر اس سے دعا مانگ رہا تھا' وہ میری دعا سن رہا تھا۔ (کہ وہ سمیع ہے) اس لیے میں نے اپنی آواز کو زیادہ اونچی کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اب حضورﷺ نے حضرت عمر فاروقؓ سے پوچھا: ''اے عمر! آپ اتنی بلند آواز میں قرآن مجید کی تلاوت کیوں کر رہے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: یا رسول اللہ! میں اس لیے اونچی آواز میں قرآن پڑھ رہا تھا کہ سوتوں کو جگاؤں اور شیطان کو بھگاؤں۔'' اپنے دونوں محبوب صحابیوں کے جواب سن کر حضورﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق سے فرمایا: 'اے ابوبکر! آپ ذرا بلند آواز سے قرآن پڑھا کریں۔''

پھر حضرت عمر فاروقؓ سے فرمایا: ''اے عمر! آپ اپنی آواز کو تھوڑا سا پست (کم) کر کے قرآن پڑھا کریں۔''

اس طرح حضورﷺ نے یہ سبق دیا کہ ہر معاملے میں اعتدال (میانہ روی) بہترین روش ہے' جہاں تک ہو سکے میانہ روی (نہ بہت زیادہ نہ بہت کم) اختیار کرنی چاہیے۔

دُعا

(عبدالرشید ساہی)

اے شانِ کریمی مجھے مایوس نہ کرنا
تقدیر بدلتی ہے دعاؤں کے اثر سے

ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے اور خود اللہ کی ذات بے نیاز ہے۔اللہ تعالیٰ نے بندوں پر دعا کرنا واجب قرار دیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے''مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا کو قبول کروں گا۔یقین مانو کہ جولوگ میری عبادت سے خودسری کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل ہوکر جہنم میں پہنچ جائیں گے''(المومن 6)اس آیت میں عبادت سے مراد دعا ہے۔رحمت عالم نبی مکرم ﷺ کا ارشاد ہے''جو شخص اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا،اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوجاتے ہیں''(ترمذی)اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے سوال کرنے پر خوش ہوتا ہے اور عاجزی سے دعا کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے اور انہیں اپنے قریب کرلیتا ہے''صحابہ کرام نے اس چیز کو محسوس کیا تھا چنانچہ وہ کسی بھی چیز کو اللہ تعالیٰ سے مانگنے کو حقیر خیال نہیں کرتے تھے اور اپنا دست سوال مخلوق کے سامنے نہیں پھیلاتے تھے ایسا صرف اس لیے تھا کہ ان کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ تھا اور وہ اللہ تعالیٰ کے قریب تھے اور اللہ ان کے قریب تھا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے''جب میرے بندے تم سے میرے بارے میں سوال کریں تو (آپ ان سے کہہ دیں) میں ان کے قریب ہوں (البقرہ 186)اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا کا بڑا اونچا مقام ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محترم چیز دعا ہے۔بعض اوقات دعا سے تقدیر بھی بدل جاتی ہے کیوں کہ اللہ کی ذات کسی کے سامنے جوابدہ نہیں بلکہ ساری مخلوقات اسی ذات کے سامنے جوابدہ ہیں۔قبولیت کے اسباب موجود ہوں اور اسباب ناپید ہوں تو مسلمان کی دعا بلا شبہ قبول ہوتی ہے اور دعا کرنے والے کو ان تین چیزوں میں سے ایک چیز ضرور حاصل ہوتی ہے جن کا ذکر رسول خدا ﷺ نے کیا ہے۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے ''جب بھی کوئی مسلمان کوئی ایسی دعا کرتا ہے جس میں کسی گناہ کا کام یا قطع رحمی کا مطالبہ نہیں ہوتا تو اس دعا کے بدلے اللہ تعالیٰ تین چیزوں میں سے ایک ضرور عطا فرما دیتے ہیں یا تو جلدی اس کی دعا قبول ہو جاتی ہے یا اس دعا کو آخرت کے لیے ذخیرہ بنا دیا جاتا ہے یا اس دعا کے بدلے اس جیسی کوئی مصیبت ٹال دی جاتی ہے'' یہ سن کر صحابہ کرام نے عرض کیا ہم تو پھر کثرت سے دعا کریں گے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ بھی بہت زیادہ دینے والا ہے۔

(مسند احمد۔ ترمذی)

دُعا کی دو قسمیں ہیں:

۱) دعائے عبادت جیسے نماز روزہ وغیرہ

۲) دعا بطور سوال وطلب

قرآن مجید کی تلاوت سب سے افضل ہے پھر ذکر اور حمد باری تعالیٰ اس کے بعد دعائے طلب۔

دُعا کی قبولیت کے اسباب:

دُعا سے پہلے کوئی نیک عمل کرنا جیسے صدقہ دینا، ہاتھ اٹھانا دعا سے پہلے حمد و ثنا بیان کرنا، دعا کے شروع اور آخر میں درود پڑھنا اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا اور اپنے گناہوں کا اعتراف۔

دعا کی قبولیت کے اوقات:

رات کا آخری تہائی حصہ جب اللہ تعالیٰ کی ذات آسمان دنیا پر نازل ہوتی ہے۔

میاں محمد بخشؒ فرماتے ہیں۔

ادھی راتیں رحمت ربّ دی کرے بلند آوازاں
ہے کوئی رحمت منگن والا کھلا ہے دروازہ

۲) آذان و اقامت کا درمیانی وقفہ ۳) نماز میں سلام پھیرنے سے قبل

۴) نماز کے بعد کا وقت ۵) ختم القرآن کے بعد

۶) مرغ کی آواز سن کر　۷) سفر کے دوران

۸) مظلوم کی دعا، پریشان حال کی دعا　۹) والدین کی دُعائیں اپنی اولاد کے لیے

۱۰) مسلمان بھائی کے اپنے مسلمان بھائی کے لیے دُعا

۱۱) جمعۃ المبارک کے دن کے آخری حصہ میں دُعا

۱۲) رمضان المبارک میں سحری اور افطار کے وقت دُعا

۱۳) شب قدر میں اور عرفہ کے دن میں دُعا

۱۴) مقام ابراہیم پر، خانہ کعبہ کے نزدیک دُعا کی قبولیت

۱۵) صفاومروہ پر دُعا

دُعا آپ کسی وقت بھی کر سکتے ہیں کیونکہ حاجت روّا ربّ کریم وہ ذات ہے، جس کو نہ نیند آتی ہے اور نہ ہی اس کو اونگھ آتی ہے۔ سوال صرف اور صرف اس ذات سے کرنا چاہیے، جس نے نہ کسی کو جنا اور نہ ہی اس کو کسی نے جنا اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے۔ میاں صاحب فرماتے ہیں:

مانگت کولوں منگن والا رہوے ہمیشہ خالی

محمد بخشا اُس دان کی دینا جیہڑا آپ رہوے سوالی

دان تو صرف وہی ذات عطا کر سکتی ہے جو تمام جہانوں اور کائناتوں کی بلاشرکت غیرے مالک و وارث ہے۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

؎ مانگنے والا گدا ہے فدیہ مانگے یا خراج

کوئی مانے یا نہ مانے میر و سلطان سب گدا

قرآن مجید میں ارشاد ربّانی ہے ”اللہ غنی ہے اور تم سوالی ہو“۔ دعا تمام عبادات کا مغز ہے دعا اللہ کی کبریائی کا اقرار ہے دعا قبول کرنا اللہ کی ربوبیت کا اظہار ہے دُعا بندہ کرتا ہے دعا کو قبول اللہ کرتا ہے جو مشکل کشا ہے جو حاجت روا ہے جو تمام جہانوں کا اکیلا وارث ہے۔ ہر چیز فنا ہو جائے گی صرف اسی کی ذات کو دوام ہے۔

علامہ اقبالؒ اور میاں محمد بخشؒ کے کلام میں مماثلت

(غلام رسول اعوان)

علامہ اقبالؒ اور میاں محمد بخشؒ میں بہت سی قدریں مشترک ہیں دونوں عاشق رسولؐ ہیں دونوں علم وعرفان کے مینارہ نور ہیں۔دونوں کے کلام میں اشتراک نمایاں ہے سطح عمومی سے افکار بالا تک ہر شے کی جزیات پر دونوں کی گہری نظر ہے۔اس اشتراک اور یکجہتی کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ دونوں مولانا جلال الدین رومی کی خیابان فکر کے مسافر ہیں۔اقبال اور میاں صاحب دونوں قادریہ سلسلہ سے وابستہ ہیں دونوں کے کلام کی مماثلت قاری کو حیران کر کے رکھ دیتی ہے علامہ اقبال کے یوم پیدائش پر زیر نظر دونوں اکابرین کے اشعار کا تقابلی موازنہ کیا گیا۔جن سے دونوں کی فکری پختگی، وندرت سخن اور معرفت کی بالا بلندی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

پس چہ باید کرد میں اقبال فرماتے ہیں:

سرِ شیری را نہ فہمد گاوٗ میش　　جز بہ شیراں کم بگو اسرار خویش

با حریف شعلہ نا تو اں خورد مئے　　گرچہ باشد پادشاہاں روم ورے

ان اشعار کا مطلب ومفہوم یہ ہے:

''بہادری کے راز گائے اور بھینس کو مت بتاؤ،

شیروں کے سوا کسی اور کے ساتھ اپنی بہادری کے رازوں کی بات کبھی نہ کرو۔کمینے شخص کے ساتھ شراب نوشی مت کرو، یہاں مطلب یہ ہے کہ کمینے کے ساتھ بےتکلف مت ہو چاہے وہ روم کے بادشاہ ہی کیوں نہ ہوں۔میاں محمد بخش اسطرح بیان فرماتے ہیں کہ

گل خاصاں دی عاماں اگے نہیں مناسب کرنی
مٹھی کھیر پکا محمد بخشا کتیاں اگے دھرنی
نیچاں دی اشنائی کولوں فیض کسے نہ پایا
ککر تے انگور چڑھایا تے ہر گچھہ زخمایا

میاں محمد بخش صاحب سیف الملوک میں فرماتے ہیں

لوئے لوئے تے بھر لے کڑیئے جے تدھ بھانڈا بھرنا
شام پئی بن شام محمد بخشا گھر جاندی نے ڈرنا

اسی فکر کو اقبال نے یوں بیان فرمایا ہے:

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

اقبال اور میاں محمد بخش صاحب دونوں کی فلسفہ عشق میں گہری مطابقت ہے۔ دونوں سوز دل کے طلب گار ہیں۔ دونوں کے نزدیک مقصد حیات عشق ہے۔ عشق انسان کو اوج کمال اور حیات ابدی سے ہمکنار کر دیتا ہے۔ دونوں کا خیال ہے کہ نور کا منبع اللہ کی ذات ہے جبکہ عشق نور حیات ہے۔ اقبال اس حوالے سے فرماتے ہیں:

عشق سے پیدا نوائے زندگی میں زیر و بم
عشق مٹی کی تصویروں میں سوز دم بدم

میاں محمد بخش صاحب کی اس حوالے سے فکر یہ ہے:

بال چراغ عشق دا میرا روشن کر دے سینہ
دل دے دیوے دی روشنائی جاوے وچ زیناں

اقبال کے نزدیک فن اسے کہتے ہیں جو حیات بخش اور زندگی کا ترجمان ہو ایسے فن میں خون جگر کی آمیزش بہت ضروری ہے۔ میاں محمد بخش صاحب کمال فن کو عشق کا معجزہ قرار دیتے ہیں اقبال کا کہنا ہے:

نقش ہیں سب ناتمام خونِ جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام خون جگر کے بغیر

میاں محمد صاحبؒ فرماتے ہیں

جس وچ گجھی رمز نہ ہووے دردمنداں دے حالوں
بہتر چپ محمد بخشا سخن ا یہو جے نا لو ں
جو شاعر بے پیڑا ہووے سخن اوندے نیں رُکھے
بے پیڑ ے تھیں شعر نہ ہونداا گ بن دھواں نہ دُکھے

علامہ اقبال نے زبورِعجم میں فرمایا ہے:

ی شو د پ د ۂ چشم پُر کا ہے گا ہے
د یدم ا م ہر دو جہا ں را با نگا ہے گا ہے
وا دیِ عشق بسے دو ر و درا ز ا ز ست و لے
طے شو د جا د ۂ صد سا لہ با آ ہِ گا ہے
د رطلب کوش و مد ہ دا منِ امید ا ز د ست
د و لت ہست کے یا بی سر را ہ گا ہے

ترجمہ: کبھی کبھی میری آنکھ کی پتلی گھاس کے خشک تنکے کی طرح تیز ہو جاتی ہے اور میں دونوں جہانوں کے درمیان حائل پردے میں سے آر پار دیکھ لیتا ہوں۔عشق کی وادی کا سفر سو سال میں طے ہوتا ہے لیکن یہ سفر اتنا طویل ہے جو میں کبھی ایک آہ میں طے کر لیتا ہوں۔دونوں جہانوں کے درمیاں حائل پردے کے آر پار دیکھنے کی قوت و صلاحیت اور عشق کی وادی کا سو سال کا سفر ایک آہ میں طے کر لینے کی صلاحیت وہ دولت ہے جو کبھی کبھی راہ چلتے بھی ہاتھ آ جاتی ہے اسلئے طلب میں کوشش اور امید کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے۔میاں محمد بخش اس نقطے کو یوں بیان فرماتے ہیں:

پکا پیر دھریں جے دھرنا تلک نہ مت جاوے
سواس پاسے بہے محمد بخشا جوسر بازی لاوے

اقبال اور میاں محمد بخش کی وسعت خیال اور ندرت کمال، سخن آفرینی میں کتنی مماثلت و مطابقت ہے یوں محسوس ہوتا ہے دونوں ایک منزل کی جانب قدم ملا کر چل رہے ہیں۔حالانکہ اقبال اور میاں محمد صاحب کے زمانے میں کافی فرق ہے۔اقبال کے بچپن کا واقعہ ہے۔علامہ صاحب کے والد انھیں میاں محمد صاحب کے پاس لے گئے۔میاں محمد صاحب سے عرض کی یہ میرا بیٹا اقبال ہے۔یہ ضدی بہت ہے اس کے لیے دعا فرمائیں۔میاں محمد بخش صاحب نے اقبال کے سر پر دست شفقت رکھا اور فرمایا "ضدی ہی تو اس کے پختہ کردار کی نشانی ہے۔آپ دیکھیں گے یہ کتنا عظیم انسان بنے گا دنیا اس کے خیاباں خیال پر چلے گی اور اپنی مشکلات کی گرہیں کھولے گی"۔

(بشکریہ روزنامہ نوائے وقت)

دعائے مغفرت

گوجرانوالہ سے بھائی محمد شفیق کی خالہ

راولپنڈی سے بھائی رشید احمد صاحب کے بھائی اور ہم زلف

گوجرانوالہ سے بھائی اقبال صاحب کے ماموں

راولپنڈی سے بھائی امجد نواز صدیقی صاحب کی والدہ

راولپنڈی سے بھائی عزیز عارف صاحب کی پھوپھو زاد

لاہور سے بھائی میاں انور صاحب کے بہنوئی

ملتان سے بھائی خالد محمود بخاری کے ماموں سجاد بخاری

ملتان سے بھائی نذیر احمد کی والدہ

بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّـا اِلَیْہِ رَاجِعونَ)

مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔ سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات، مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔ زوالِ اُمت میں اُمراء، علماء، صوفیاء کا کردار۔ علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔ تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔

وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔ مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کردیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہوجانے والی غلط فہمیاں۔

مکتبہ توحیدیہ کی مطبوعات

قرون اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوّف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔

یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمّل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کردیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد، اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کردیئے ہیں جس پر عمل کرکے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبّت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کرسکتا ہے۔

Reg: CPL - 01

Website www.tauheediyah.com